504. Er. M.Salam,
Deputy Chief (Engg.)
..E.C.Project Office,
..YT IE ESTATE; UPPER KAITHU,
SHIMLA - 171 003.(H.P.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم　وعلی عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد ۴۸

ایڈیٹر۔ منیر احمد خادم

نائبین: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

ہفت روزہ بدر قادیان

شمارہ ۴۸

شرح چندہ
سالانہ 100 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک
10 پونڈ یا 20 ڈالر امریکن

THE WEEKLY BADR QADIAN - 143516
POSTAL REGISTRATION NO . P/GDP - 23

۱۶ رجب ۱۴۱۷ ہجری　۲۸ نبوت ۱۳۷۵ ہش　۲۸ نومبر ۱۹۹۶ء

اخبار احمدیہ

لندن ۲۳ نومبر (ایم۔ٹی۔اے) سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔

احباب جماعت حضور انور کی صحت و سلامتی درازیٔ عمر، مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کے لئے دردِ دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَمَتِّعْنَا بِطُوْلِ حَيَاتِهٖ وَبَارِكْ فِيْ عُمُرِهٖ وَاَمْرِهٖ۔ اٰمین۔

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ ناروے کی مختصر رپورٹ

"سخت قانون سازی کرنا اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو زیادہ اختیارات دے دینا جرائم اور لاقانونیت کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مغربی ممالک بے محابا آزادی کے موجودہ تصور کے سامنے بند باندھیں"

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ ۷ اکتوبر بروز سوموار صبح نو بج کر ۱۵ منٹ پر اجتماعی دعا کے بعد مع افراد قافلہ بیت الفضل لنڈن سے ناروے کے لئے روانہ ہوئے اس موقعہ پر موجود احباب کو حضور انور نے مصافحہ سے نوازا۔ ساڑھے گیارہ بجے برطانیہ کی بندرگاہ Dover سے Stena Line کے ذریعہ فرانس کے لئے روانگی ہوئی اور فرانس اور بیلجئم سے ہوتے ہوئے شام چھ بجے کے قریب نن سپیٹ ہالینڈ میں ورود فرمایا۔

۸ اکتوبر ۹۶ء بروز منگوار صبح ۱۱½ بجے حضور انور نن سپیٹ سے جرمنی کی بندرگاہ KEIL کے لئے روانہ ہوئے۔ KEIL سے ۳۰ کلومیٹر قبل ہمبرگ کے نیشنل امیر صاحب نے ایک وفد کے ساتھ حضور کا استقبال کیا۔

۷ بجے شام KEIL سے سویڈن کی بندرگاہ گوتن برگ کے لئے روانگی ہوئی۔ فیری کا یہ سفر ۱۲ گھنٹے کا تھا چنانچہ ۹ اکتوبر بروز بدھ صبح ۹ بجے گوتن برگ آمد ہوئی جہاں امیر صاحب سویڈن نے ایک وفد کے ہمراہ حضور کو خوش آمدید کہا۔

اس موقع پر ناروے سے مکرم مبشر احمد صاحب طارق امیر ناروے اور چوہدری رشید احمد صاحب بھی حضور انور کے استقبال کے لئے تشریف لائے تھے۔ ساڑھے نو بجے حضور انور مع افرادِ قافلہ اوسلو (ناروے) کے لئے روانہ ہوئے اور ۲ بجے دوپہر اوسلو مشن ہاؤس NorMoske آمد ہوئی یہاں احبابِ جماعت کثیر تعداد میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے جنہوں نے والہانہ نعروں سے حضور کا استقبال کیا۔ حضور نے سبھی حاضر احباب کو شرفِ مصافحہ سے نوازا۔

مجلس عرفان

۹ اکتوبر ۹۶ء بروز بدھ شام ، بجے بعد نماز مغرب و عشاء مسجد میں مجلس عرفان منعقد ہوئی جس میں کئے گئے بعض سوالات حسب ذیل تھے۔

سوال : سورۃ فتح اور بعض دوسری جگہ یہ پیشگوئی ہے کہ آخری زمانے میں غلبہ اسلام مسیح کے ذریعہ ہوگا۔ اسی طرح یہ بھی ذکر ہے کہ آخری زمانے میں بہت شرک پھیلے گا اور تباہی آئے گی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یہود قیامت تک رہیں گے تو کیا یہ یہود ہوں گے جو شرک میں مبتلا ہوں گے یا مسلمان بگڑ کر شرک میں مبتلا ہو جائیں گے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ میری امت یہود کی طرح ہو جائے گی اور فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان کے نقش پر قدم بہ قدم چلے گی ...... فرمایا یہ مسلمان ہی ہوں گے جو شرک میں مبتلا ہو جائیں گے اور بگڑ جائیں گے اور پھر ان کی پکڑ ہوگی۔ فرمایا یہ بات قطعی طور پر واضح ہے کہ مسیح موعودؑ کے متبعین کے ذریعہ ہی آخری زمانہ میں اسلام کا غلبہ ہوگا۔

ملائشیا کے ایک غیر احمدی دوست بھی اس مجلس میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنا تعارف کروایا۔ حضور انور نے فرمایا کہ انڈونیشین زبان میں ہمارا MTA پر پروگرام آ رہا ہے، آپ اسے دیکھیں۔ فرمایا ملائشیا میں ڈش انٹینا پر پابندی ہے۔ انہوں نے یہ پابندی اس لئے لگائی ہے کہ گندے پروگرام نہ دیکھے جا سکیں اور میڈیا کے ذریعے جو بے حیائی پھیلائی جا رہی ہے یہ ملک اس سے محفوظ رہے۔ یہ اچھا خیال ہے لیکن اس کے نتیجہ میں MTA کے اچھے پروگراموں سے بھی لوگ محروم ہو رہے ہیں۔

ایک دوست نے سوال کیا کہ سلمان رشدی کی کتاب کے جواب میں کیا کوئی کتاب جماعت شائع کر رہی ہے؟

حضور نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک کتاب لکھی جا چکی ہے۔ ارشد احمدی صاحب نے حضور انور کی راہنمائی میں اس کا جواب تیار کیا ہے، اب وہ پریس میں اشاعت کے لئے تیار ہے۔

حضور نے یہ بھی فرمایا کہ قبل ازیں میں نے اپنے خطبات اور پریس کانفرنسوں اور سوال و جواب کی مجالس میں اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔

ایک سوال یہ کیا گیا کہ کیا جیلیٹین کھانا جائز ہے؟

حضور نے فرمایا جائز ہے۔ یہ ہڈیوں سے تیار ہوتی ہے اور جو کیمیائی عمل ہوتے ہیں ان کے بعد اس کی شکل بالکل بدل جاتی ہے۔ حضور نے کیمیائی عمل کے نتیجہ میں ہیئت تبدیل ہو جانے کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ سبزیاں کھاتے ہیں۔ خصوصاً چنیوٹ کی سبزیاں اور اس میں سارے شہر کا گند ہوتا ہے اور وہ بھی چنیوٹ کا گند لیکن اس گند کے ذریعہ جو سبزی پیدا ہوتی ہے وہ بالکل پاک صاف ہوتی ہے۔ کیمیائی عمل بعض دفعہ بالکل شکل تبدیل کر دیتے ہیں۔

ایک دوست نے سوال کیا کہ مختلف اسلامی ممالک میں اسلامی قوانین رائج ہیں لیکن پاکستان میں جو کہ خالصتاً اسلام کے نام پر لیا گیا اس میں آج تک باوجود کوشش کے اسلامی قوانین رائج نہیں ہو سکے۔

حضور انور نے پوچھا کہ آپ کے خیال میں کس ملک میں رائج ہیں؟

حضور نے فرمایا اس وقت کہیں بھی اسلامی قانون رائج نہیں ہے۔ ہاں صرف اسلام کے نام پر علماء نے اپنا خود ساختہ ذہنی قانون رائج کر دیا ہے۔

فرمایا پاکستان میں احمدیوں کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے پر موت کی سزا ملتی ہے، کیا یہ اسلامی قانون ہے؟ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لایا جائے اور انہیں اس زمانے کا مہدی تسلیم کیا جائے تو توہین رسول ہو جاتی ہے اور موت کی سزا بھی ہے، کیا یہ اسلامی قانون ہے؟ حضور نے فرمایا یہ سب نام نہاد علماء کے فتوے ہیں ان کے دلوں کا گند ہے۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

دُنیائے احمدیت کے سپوت، تیسری دُنیا کے سائنسدانوں کے راہنما نوبل انعام یافتہ

پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب وفات پا گئے!

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

لندن ۲۱ نومبر (ایم ٹی اے) مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کے نشریہ سے آج یہ نہایت افسوسناک اطلاع ملی کہ دُنیائے احمدیت کے سپوت، تیسری دُنیا کے سائنسدانوں کے راہنما نوبل انعام یافتہ عظیم سائنسدان پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب ستر سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد اس دُنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اگلے روز اپنے خطبہ جمعہ میں موصوف کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے خلافتِ احمدیہ سے آپ کے اخلاص و وفا کا نہایت ایمان افروز رنگ میں ذکر فرمایا اور بعد نماز جمعہ آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور نعش کو کاندھا دیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اپنے مقام قرب سے نوازے آپ کی وفات سے ہونے والے خلاء کو اپنے فضل سے پورا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے آمین

ادارہ بدر اس عظیم سانحہ پر سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ، مرحوم کے جملہ لواحقین، دُنیائے احمدیت اور تمام دُنیا کے غمزدگان سے اظہارِ تعزیت کرتا ہے۔

نوٹ:۔ محترم پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب مرحوم و مغفور پر آئندہ شمارہ میں تفصیلی مضامین ملاحظہ فرمائیں

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بورڈ بدر قادیان۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۸ نبوت ۱۳۷۵ ہش!

دیوبندی چالوں سے بچئے۔!

(قسط نمبر ۲۱ آخری)

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں دیوبندیوں کی اصل حقیقت کھولنے کی توفیق بخشی جسے ہمارے اکثر کرم فرماؤں نے وقت کی ضرورت بنایا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دیوبندی باوجود مسلمانوں میں تفرقہ اور پھوٹ ڈالنے کے اپنے آپ کو باقی تمام مسلمان فرقوں کی نسبت بڑھ کر خادمِ اسلام سمجھتے ہیں۔ اور اُن کی خدمتِ اسلام بس یہی ہے کہ "تحفظِ ختمِ نبوت" کے نام پر ایک دکان کھول کر معصوم مسلمانوں سے روپیہ بٹورتے ہیں اور جماعتِ احمدیہ اور بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کو دن رات جی بھر کر گالیاں نکالتے ہیں، احمدیوں کو دھمکاتے ہیں۔ اور اُن کو طرح طرح سے دُکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ جہاں اُن کا بس چلتا ہے یہ ہندوستان میں بھی امنِ عامّہ کو خراب کر کے ان جگہوں پر جہاں احمدی کم تعداد میں ہوتے ہیں اُن کا سوشل بائیکاٹ کروا دیتے ہیں۔ غنڈوں کو پیچھے لگا کر اُنہیں پٹوا دیتے ہیں، ڈراتے اور دھمکاتے ہیں۔ اور پھر چھوٹے چھوٹے پمفلٹ شائع کر کے ان میں جھوٹ لکھتے ہیں کہ احمدیوں کا کلمہ لاالٰہ الّا اللہ احمد رسول اللہ ہے۔ اُن کا قرآن مجید کوئی اَور ہے۔ احمدی نعوذ باللہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں۔ اہلِ بیت کی توہین کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی توہین کرتے ہیں۔ انگریزوں کے ایجنٹ ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ان سب باتوں کا جواب دینے کے لئے ہم نے اس مضمون کی ضرورت محسوس کی۔ کیونکہ دو اعتبار سے دیوبندیوں کے خلاف وضاحت سے لکھنا ضروری ہوگیا تھا۔ ایک تو اِس لئے کہ جو کچھ یہ جماعتِ احمدیہ کے خلاف لکھتے ہیں وہ سب جھوٹ کی غلاظت سے بھرا ہوتا ہے۔ دُوسرے یہ کہ دراصل ان تمام باتوں میں مجرم احمدی نہیں بلکہ دیوبندی ہیں۔ اور یہ اپنے جرم کو چھپانے کے لئے دوسروں پر حملے کرتے ہیں۔ کیونکہ

- یہی ہیں جو کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْرَفْ عَلِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ کے قائل ہیں۔
- یہی ہیں جن کا درود اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَشْرَفْ عَلِیْ ہے۔
- یہی ہیں جو اپنے بزرگوں کا درجہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بتاتے ہیں۔
- یہی ہیں جن کے نزدیک گنگوہ کعبہ شریف سے افضل ہے۔
- یہی ہیں جو سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو مسیحائی رشید احمد گنگوہی نے دکھائی ہے عیسیٰ علیہ السلام کہاں دکھا سکتے ہیں۔
- یہی ہیں جن کو حضرت عائشہؓ کے خیال سے شادی کیلئے کنواری عورت کا خیال آتا ہے۔
- یہی ہیں جو مسلمانوں کو ذاتوں اور گروہوں میں تقسیم کر کے منافرتوں کے شعلوں کو ہوا دے رہے ہیں۔
- یہی ہیں جو انگریزوں سے رقمیں وصول کر کے اور تنخواہیں لے کر اُن کی ایجنسی کرتے رہے ہیں۔

باوجود مذکورہ تمام باتوں کو اپنی کتابوں میں لکھنے کے یہ خود کو چھپاتے ہوئے احمدیوں کے سر پر وہ تمام الزامات رکھتے ہیں جو خود ان کے سروں پر خاک بن کر پڑ رہے ہیں۔ اور اُن کے چہروں کو رُوسیاہ کر رہے ہیں۔ اور اس پر ڈھٹائی یہ کہ ان لوگوں نے 'تحفظِ ختمِ نبوت' کی دُکان کھولی ہے۔ جبکہ ان کے پیر و مُرشد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر بعد زمانۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ بانیٔ دیوبند کے ایسا لکھنے کے بعد کم از کم دیوبندیوں کو 'تحفظِ ختمِ نبوت' کے نام پر کوئی دُکان نہیں کھولنی چاہیئے تھی۔

دیوبندیوں کی رذالت اسی پر بس نہیں، یہ لوگ ایک طرف تو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کو گالیاں نکالتے ہیں۔ آپؑ کو کافر و دجّال اور نعوذ باللہ من ذٰلک بہت کچھ کہتے ہیں۔ آپؑ کی سیرتِ طیبہ پر جھوٹ کی غلاظت بکھیرتے ہیں اور وہ کچھ لکھتے اور بولتے ہیں جس کے لکھنے سے قلم تھرتھراتی اور کلیجہ مُنہ کو آتا ہے۔ باوجود اس کے اُن کے مؤلفین اپنی کتابوں میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی پُر معارف تحریرات کو نہایت بے شرمی سے چُراتے ہیں۔

پھر اتنا سب کرنے کے بعد بھی یہ دیوبندی خاموش نہیں ہیں۔ یہ لوگ احمدیہ علمِ کلام کے مقابلہ میں اِس قدر عاجز و لاجواب ہو گئے ہیں کہ انہوں نے ایک اور گھناؤنی حرکت یہ کی ہے کہ احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ اسلام کی کتب کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ قرآنِ مجید کے تراجم میں تبدیلیاں کر دی ہیں۔ اور ان سب باتوں کا ثبوت ہم مستند حوالوں کے ساتھ گزشتہ اشاعتوں میں کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو پہلے ہی الہاماً بتا دیا تھا کہ مولوی ایسی غلط حرکات کریں گے۔ اور پھر ننگے ہو جائیں گے۔ چنانچہ ذیل میں ہم سیّدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کے بعض الہامات لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ اور دُعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نیک ہدایت عطا فرمائے۔

(۱)۔ اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کو الہاماً فرمایا:-

"ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبیؐ کی حدیثوں کو کُتر رہے ہیں۔"

(ازالہ اَوہام صفحہ ۷۵، ۷۶)

(۲)۔ پھر فرمایا:-

"وَبِعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی وَ نُمَزِّقُ الْاَعْدَاءَ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ مَکْرُ اُولٰٓئِکَ ھُوَ یَبُوْرُ۔ اِنَّا نَکْشِفُ السِّرَّ عَنْ سَاقِہٖ۔ یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

مجھے میری عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ تُو ہی غالب ہے۔ اور پھر فرمایا کہ ہم دُشمنوں کو پارہ پارہ کر دیں گے۔ یعنی اُن کو ذِلّت پہنچے گی۔ اور اُن کا مکر ہلاک ہو جائے گا۔ اس میں یہ تفہیم ہوئی کہ تم ہی فتحیاب ہو نہ دُشمن۔ اور خدا تعالےٰ بس نہیں کرے گا اور باز نہ آئے گا جب تک دُشمنوں کے تمام مکروں کی پردہ دری نہ کرے۔ اور اُن کے مکروں کو ہلاک نہ کر دے۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۲، ۳)

(۳)۔ پھر فرمایا:-

"سب مولوی ننگے ہو جائیں گے۔"

(الحکم جلد نمبر ۴ شمارہ ۴۵ صفحہ ۲ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۰ء)

(۴)۔ اِسی طرح اللہ تعالےٰ نے الہاماً حضور علیہ السلام کو فرمایا:-

"قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

اِس کے یہ معنے مجھے سمجھائے گئے ہیں کہ عنقریب کچھ ایسے زبردست نشان ظاہر ہو جائیں گے جس سے کافر کہنے والے جو مجھے کافر کہتے ہیں الزام میں پھنس جائیں گے۔"

(۵)۔ "۲۸ اگست ۱۹۰۱ء کی صُبح کو حضرت نے فرمایا کہ ہمارے مخالف دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو مسلمان مُلّا مولوی وغیرہ۔ دُوسرے عیسائی، انگریز وغیرہ۔ دونوں اس مخالفت میں اور اسلام پر ناجائز حملے کرنے میں زیادتی کرتے ہیں۔ آج ہمیں ان دونوں قوموں کے متعلق ایک نظارہ دِکھایا گیا اور الہام کی صُورت پیدا ہوئی مگر اچھی طرح یاد نہیں رہا۔ انگریزوں وغیرہ کے متعلق اِس طرح سے تھا کہ اُن میں بہت لوگ ہیں جو سچائی کی قدر کریں گے اور مُلّا مولوی وغیرہ کے متعلق یہ تھا کہ اُن میں سے اکثر کی قوّت مسلُوب ہو گئی ہے۔"

(الحکم جلد نمبر ۵ شمارہ ۳۳ صفحہ ۹۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء)

اللّٰھم تعالےٰ مخالفینِ احمدیت کی آنکھیں کھولے اور اُن کو راہِ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

(مُنیر احمد خادم)

آندھرا پردیش کی قومی مُصیبت اور ہمارا فرض

جیسا کہ قارئین کو علم ہے کہ اِس ماہ ۶ نومبر کی رات آندھرا پردیش کے ضلع گوداوری کیلئے ایک منحوس اور خوفناک رات بن کر ظاہر ہوئی جبکہ آن کی آن میں ہزاروں لوگ لقمۂ اجل بن گئے اور لاکھوں بے گھر و بے سر و سامان ہو گئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اڑھائی ہزار افراد کی موت کے علاوہ چار لاکھ سے زیادہ مکانوں کا انہدام ہُوا ہے۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کتنی کثیر آبادی اپنے گھروں اور ساز و سامان سے محروم ہو گئی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق چودہ سو کروڑ روپے کا مالی نقصان ہُوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ خُدا کی طرف سے آنیوالا ایک عذاب ہے جو بھولے بھٹکے بندوں کو جھنجھوڑنے کے لئے آیا ہے۔ اور باقی لوگوں کیلئے سامانِ عبرت ہے۔

مُصیبت کی اِس گھڑی میں ہم اپنے اِن مُصیبت زدہ بھائیوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ اور اس موقع پر ہم ہر ہندوستانی کو اس کے فریضۂ خدمتِ خلق کی یاد دلاتے ہیں۔ پہلے بھی ہم مُصیبت کی گھڑیوں میں بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے ہیں۔ اور اس موقع پر بھی ہمیں اپنی قومی روایات کو نہیں بھولنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ تمام مُصیبت زدگان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ اور جلد ہی ان کی دوبارہ رہائی اور خوشحالی کے سامان فرمائے۔ آمین۔

درخواستِ دُعا

مکرم خلیل احمد خان صاحب آف U.K اپنے بھائی مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی صحت کے لئے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اِن دنوں کافی بیمار ہیں۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے۔ ان کی کامل و عاجل شفایابی، درازیٔ عمر کے لئے احبابِ جماعت کی خدمت میں دُعا کی درخواست ہے۔

واضح ہو کہ مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے بڑے صاحبزادے عزیز مکرم کریم احمد خان صاحب حضور انور کی تیسری بیٹی کے خاوند ہیں۔ اِس جہت سے مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے سمدھی ہیں۔

خاکسار:- مرزا وسیم احمد ناظرِ اعلےٰ و امیر جماعتِ احمدیہ قادیان۔

خطبہ جمعہ

آسمان سے جو پانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا وہ آج جماعت احمدیہ کی روحانی زندگی میں اپنی نشو و نما دکھا رہا ہے۔

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۳ ستمبر ۱۹۹۶ء مطابق ۱۳ تبوک ۱۳۷۵ ھجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم.
﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾.

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(سورہ یونس: ۲۵)

یہ سورہ یونس کی پچیسویں آیت ہے جس کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ زندگی کی ناپائیداری سے متعلق قرآن کریم میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن کا انسانی زندگی کی ناپائیداری سے اور پھر اچانک خدا کے حضور جواب دہی کی حالت میں حاضر ہونے سے تعلق ہے۔ یہ وہ آیت ہے جس کا زندگی کے ہر شعبے سے تعلق ہے، زندگی کی ہر قسم سے تعلق ہے اور اس عالم میں جو کچھ بھی ہے اس کی بے ثباتی کا ذکر ہے اور اچانک خدا کی تقدیر جب نازل ہوتی ہے تو پھر وہ لوگ جو صاحب فکر ہیں وہ جانتے ہیں کہ انکے لئے پھر کوئی چارہ نہیں رہے گا کچھ بھی، خدا کی تقدیر کے سامنے اس سے بچنے کی، اس سے بچ نکلنے کی کوئی راہ بھی نہ وہ سوچ سکتے ہیں، نہ ان میں طاقت ہے کہ وہ کچھ کر سکیں اور ساری کائنات یہی منظر پیش کر رہی ہے۔

چنانچہ فرمایا "انما مثل الحیوۃ الدنیا کمآء انزلنٰہ من السمآء فاختلط بہ نبات الارض" کہ انسانی زندگی کو اس کی ناپائیداری سکھانے کے لئے مادی دنیا میں جو زندگی کا آغاز ہے اس کی طرف متوجہ فرمایا ہے یعنی نباتات کی طرف۔ اور یہ جو آیت ہے یہ فصاحت و بلاغت کا ایک ایسا حسین مرقع ہے کہ جتنا اس پر غور کریں اتنا ہی طبیعت اس کی شان و شوکت کے سامنے سرنگوں ہوتی چلی جاتی ہے۔ دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی کی طرح ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا اور دنیا میں روحانی زندگی کی بناء بھی پانی ہی پر ہے اور جسمانی زندگی کی بناء بھی پانی ہی پر ہے۔ اسی لئے جب قرآن فرماتا ہے "والسمآء بنآء" کہ ہم نے آسمان کو "بنآء" بنایا تو بعض مفسرین مشکل میں پڑ جاتے ہیں کہ بناء تو نیچے ہوتی ہے۔ زمین کو بچھونا بنا دیا اور آسمان کو بنیاد بنا دیا۔ آسمان کیسے بنیاد بن گیا؟ تو اس کا ترجمہ پھر عمارت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ایک ایسی عمارت ہے جیسا کہ ستارے ایک خاص قسم کی شکل میں ڈھلے ہوئے ہیں اور بناء سے مراد آسمان پر بھی ایک عمارت کی بنا رکھی ہے۔

میں نے جو ترجمہ کیا اس میں "بناء" کو "بناء" ہی رکھا مگر بریکٹ میں "زندگی کی بناء" لفظ "زندگی" داخل کر دیا جس سے سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ پانی ہی پر زندگی کی "بناء" ہے جو آسمان سے اترتا ہے اور الہام پر زندگی کی بناء ہے جو آسمان سے اترتا ہے تو بناء سے مراد زندگی کی بناء ہے۔ زمین کو بچھونا بنا دیا یعنی ہموار کر دیا ورنہ جو پانی آسمان سے اترتا ہے یہ کبھی نہ ٹھہر سکتا۔ زمین میں ایسی صلاحیتیں پیدا کیں کہ اس کو اپنے اندر جذب کرے اور اس کو کچھ دیر رکھے اس کے نتیجے میں پھر نباتات کی نشو و نما ہوتی ہے۔ چنانچہ جہاں پہاڑوں پر بھی نشو و نما ہوتی ہے وہاں پتھر روک بنتے ہیں کچھ تب جا کر زندگی پھولتی پھلتی ہے مگر انسانی زندگی کے لئے تو تمدن کی ترقی مقصود تھی وہ پہاڑی زندگی سے وابستہ نہیں ہو سکتی لازم تھا کہ زمین کو بچھونا بنا کر زندگی کو نشو و نما کے لئے مزید مواقع مہیا کئے جائیں۔

پس حیاۃ الدنیا کی مثال پانی ہی سی ہے "انزلنٰہ من السمآء" جسے ہم نے آسمان سے اتارا "فاختلط بہ نبات الارض" اس کے ساتھ پھر زمین کی نباتات مل جل گئیں۔ "مما یاکل الناس" اب اس میں یہ نہیں فرمایا کہ نباتات محض پانی سے پیدا ہوئی ہیں۔ نباتات کی بنیاد پہلے رکھی جا چکی تھی، نباتات کا بیج موجود تھا اور اگر کہیں بیج نہ ہو تو پانی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ جتنا چاہے پانی اترے اگر وہ "صلد" پر اترتا ہے چٹیل چٹان پر اترتا ہے اسے زندگی نہیں بخش سکتا اور یہی حال آسمانی پانی کا بھی ہے۔ اگر فطرت میں نیکی کا بیج ہوگا تو پھر آسمان کا پانی فائدہ دے گا۔ اگر نیکی کا بیج نہیں ہوگا تو وہ اسی طرح بنجر کا بنجر رہے گا پانی خواہ لاکھ اس پر اترے اسے کوئی زندگی نہیں بخش سکتا۔ پس زندگی کی گہری حقیقتیں اس آیت میں بیان ہوئی ہیں اور جتنا ان پر غور کریں اتنا ہی ان امور کو جو سب ایک آیت میں سمیٹے گئے ہیں قوانین قدرت کے مطابق ہی نہیں بلکہ قوانین قدرت کے گہرے راز بیان کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ "مما یاکل الناس والانعام" پھر اسی ابتدائی زندگی کی شکل سے بلند درجے کی زندگی استفادہ کرتی ہے اور تھوڑی ادنیٰ زندگی اس بالا شعور کو پیدا کر دیتی ہے جو انعام میں دکھائی دیتا ہے اور پھر ان سے بڑھ کر انسانوں میں اور آخری نتیجہ یہ ہے کہ انسان کی بناء آسمان پر ہے اس کی زندگی کی بناء اس آسمان پر ہے۔ جو پانی اترتا ہے وہ کئی مراحل سے گزرتے ہوئے اس کی نشو و نما کا سامان کرتا ہے پہلے نباتات اور پھر حیوانات۔ اگر نباتات نہ ہوں تو براہ راست پانی سے حیوانات زندگی نہیں پا سکتے۔ اور اگر نباتات ہوں اور حیوانات نہ ہو تو انسان اول تو بن ہی نہیں سکتا کیونکہ اسی کی اعلیٰ درجے کی ایک صورت ہے اور دوسرے حیوانات کو انسانی زندگی سے نکال دیں تو انسانی زندگی محض نباتات پر نہیں پل سکتی۔ ایک بیچ کا درجہ ہے جو نباتات کو پروٹینز میں بدلنے کے لئے اور اعلیٰ درجے کی زندگی کی غذائیں بنانے کے لئے حیوانات کی صورت میں بیچ میں داخل فرمایا گیا ہے۔

فرماتا ہے یہ ہے تمہاری زندگی کی حقیقت۔ پھر اس میں سے انسان بھی کھاتے ہیں اور انعام بھی کھاتے ہیں۔ اب نباتات میں سے پہلے انسانوں کے کھانے کا فرمایا ہے کیونکہ اصل مقصود انسان ہی ہے اور جو آسمانی پانی ہے اس کی غذا تو خالصتاً انسان ہی کے کام آتی ہے اس لئے اولیت انسان کو دی ہے حالانکہ حیوانات کو ایک پہلے نچلے درجے کے طور پر قرآن کریم پیش فرماتا ہے۔ مگر جہاں تک مقصود ہے جہاں تک اس کائنات کے نقشے کی آخری غرض و غایت ہے وہ چونکہ انسان کی پیدائش ہے اور اس کا اللہ سے تعلق قائم کرنا ہے اس لئے جہاں غرض کا بیان ہوا ہے وہاں انسان کو پہلے رکھ دیا۔ اس میں سے انسان بھی کھاتے ہیں اور حیوان بھی۔ "حتی اذا اخذت الارض زخرفھا وازینت" یہاں تک کہ جب زمین کی جو سبزی ہے وہ پر رونق ہو جاتی ہے اور زینت اختیار کر جائے اس میں خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ "وظن اھلھا انھم قدرون علیھا" اور زمین کے بسنے والے یہ خیال کرتے ہیں کہ اب وہ اس پر قدرت پا گئے ہیں وہ چیز ان کی ہو گئی ہے "اتٰھا امرنا لیلاً او نھاراً" ہماری تقدیر نازل ہوتی ہے کبھی رات کے وقت، کبھی دن کے وقت یا رات کو یا دن کو "فجعلنٰھا حصیداً کان لم تغن بالامس" اس طرح وہ کٹا ہوا جیسے فصل برباد ہو جائے اور کٹنے کے بعد خشک اور بھوسہ بن جائے اس کی مثال دی گئی ہے "فجعلنٰھا حصیداً" ایسی کٹ کے برباد ہو جاتی ہے کہ جیسے کل بھی نہیں تھی۔ جو لمبی نشو و نما کا دور ہے اس کی طرف تو دھیان دور کی بات ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کل بھی یہ نہیں تھی کچھ بھی نہیں اس کا رہا باقی۔ "کذالک نفصل الاٰیٰت لقوم یتفکرون" اسی طرح ہم ان لوگوں کے لئے جو غور کرنے کی عادت رکھتے ہیں اپنی آیات کھول کھول کر اور پھیر پھیر کر بیان فرماتے ہیں۔ "نفصل" میں تفصیل ہے اور دوسری جگہ قرآن کریم تصریف کا لفظ استعمال فرماتا ہے تو وہ تصریف براہ راست یہاں مذکور نہیں چونکہ اس مضمون کو تصریف کے حوالے سے بھی قرآن پیش فرما چکا ہے اور وہ بھی تفصیل کا ایک حصہ ہوتی ہے اس لئے میں نے معناً وہ ترجمہ کیا ہے ورنہ لفظاً وہ موجود نہیں ہے، لفظاً صرف اتنا ہے کہ اسی طرح ہم آیات کو خوب کھول کھول کر اور قابل فہم بنا بنا کر تمہیں دکھاتے ہیں۔

اس سارے مضمون کا آخری مقصد کیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل فکر کے لئے اس میں کون سی نشانیاں ہیں۔ وہ کون ہیں جو فکر کر کے اس سے کچھ ایسی حقیقتیں پا جاتے ہیں جو ان کے لئے دین اور دنیا میں فائدہ مند ثابت ہوں۔ اس کے بہت سے پہلو ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپؐ سے فیض پاتے ہوئے خوب کھول کھول کر ہمارے سامنے بیان فرمایا۔ پس وہ آیات جو کھول کھول کر مضمون کو بیان کرتی ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر کس و ناکس ان سے گزرتے ہوئے فوراً ان کے مطالب کی تہہ تک اتر جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ

جن کو خدا تعالیٰ نے عرفان کی طاقت بخشی ہو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم جن پر ان آیات کا نزول ہوا اور وہ جنہوں نے آنحضورؐ سے فیض پایا ہو، صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم، ان کو یہ باتیں کھلی کھلی دکھائی دیتی ہیں۔ اور اگر مخفی آنکھ سے، غفلت کی نظر سے آپ دیکھیں گے تو ان کھلی کھلی باتوں میں بھی آپ کو کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ ایک منظر کشی ہے بس اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ کبھی فصلیں برباد ہو جایا کرتی ہیں۔

مگر قرآن کریم یہاں انسان کی زندگی کی بے اعتمادی، اس کی بے ثباتی کا منظر پیش کر کے یہ فرماتا ہے کہ تمہارے اختیار میں آخر تک بھی دراصل کچھ نہیں ہے جب تک کہ تقدیر الٰہی تمہیں اجازت نہ دے۔ اور تقدیر الٰہی اور اس کے منشاء کے بغیر تم اس تمام نظام کائنات سے یا نظام ربوبیت سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ پس آخری لمحے تک یہ خدا کا فضل ہے جو تمہارے لئے ربوبیت کے سامان کو مہیا فرماتا ہے اور تمہیں طاقت بخشتا ہے، توفیق دیتا ہے کہ اس ربوبیت کے سامان سے فائدہ اٹھا سکو۔ اس بے ثباتی کا تعلق زندگی کے دونوں پہلوؤں سے ہے مادی پہلو سے بھی انسان بہت کچھ بناتا ہے سوچتا ہے کہ میں اس سے یہ کروں گا وہ کروں گا مگر یہاں "اتیٰ امر اللہ" اس معنوں میں آتا ہے کہ جب وہ سمجھتا ہے کہ سب کچھ بن گیا اور میرے قبضہ قدرت میں آ گیا تو بعض دفعہ زندگی کے آخری لمحے اس کے لئے وہ حسرتیں لے کے آتے ہیں اس کا کچھ بھی نہیں ہوا ہوتا۔ آئے دن ایسی خبریں بھی ملتی ہیں کہ دنیا کی دولتوں کے پیچھے پڑنے والے بڑے بڑے دھوکے دے کر، بڑے بڑے مال کما بیٹھے، اپنی مال و دولت کی سلطنتیں بنا لیں، آج کے اخبار میں بھی ایسے بعض اشخاص کا ذکر موجود ہے لیکن جو کچھ بنایا مرنے سے پہلے وہ حسرتوں میں تبدیل ہو گیا، سب کچھ ہاتھ سے جاتا رہا اور سزا اور پکڑ کے سوا ان کے لئے کچھ باقی نہ رہا۔ ایسے واقعات انگلستان میں بھی، امریکہ میں بھی آئے دن منظر عام پر ابھرتے رہتے ہیں۔ ہیں بہت زیادہ مگر ابھی دکھائی کم دے رہے ہیں لیکن ہوتا یہی ہے۔ تقریباً ہر انسان کی زندگی کا تجربہ اسے بتاتا ہے کہ جن چیزوں پر بناء کر کے وہ توقع رکھتا ہے کہ ایک میرا بہت ہی شاندار مستقبل ہوگا طمانیت سے لبریز۔ لذتوں سے بھرپور۔ وہ بسا اوقات ایسے دکھوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جو کچھ اس نے کمایا تھا اس کے لئے طمانیت کا اور لذت کا موجب نہیں بنتا بلکہ سب کچھ بے کار چلا جاتا ہے۔

(دنیا کی) بے ثباتی کا مضمون آپ کے اعمال کی نگرانی کے لئے ضروری ہے۔

یہ جو دنیا کی بے ثباتی ہے اس کا مذہب سے بھی ایک تعلق ہے اور بہت گہرا تعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم ایک دعا کیا کرتے تھے۔ آپؐ کی ایک زوجہ مطہرہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپؐ یہ دعا کیوں کرتے ہیں کہ اے خدا مجھے ہدایت پر ثبات بخشنا جو سچائی ہے اس پر ثبات بخشنا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم جو تمام دنیا کے لئے ثبات کا نمونہ تھے، آپؐ کے عجز و انکساری کا یہ عالم ہے خدا سے دعائیں کرتے ہیں کہ اے خدا مجھے ثبات بخشنا کیونکہ اس راز کو جو ان آیات میں بیان ہوا ہے آپؐ سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ جب سوال کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو دل خدا کی دو انگلیوں میں ہیں جب چاہے ان کو یوں پلٹ دے، جب چاہے انہیں یوں پلٹ دے کسی انسان کی کسی چیز کا بھی کوئی اختیار ایسا نہیں کہ وہ اس پر حقیقی ملکیت رکھتا ہو، حقیقی مالک صرف اللہ ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اس بلندی مرتبہ کے باوجود جہاں آپؐ کو آخرت کی سب سے بڑی بادشاہی عطا فرمائے گا، وعدہ فرما دیا گیا، تمام انبیاء پر آپؐ کو ایک فوقیت بخشی گئی جو سب انبیاء کے سردار کے طور پر آپؐ کو بعثت ثانیہ، دوسری دنیا میں یعنی اخروی زندگی میں آپؐ کو ایسے وعدے عطا فرمائے گئے جن کا ٹلنا ناممکن ہے لیکن اس کے باوجود اپنا وہ مقام آپؐ نے نہیں چھوڑا کہ سب کچھ، جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔ وہ جب اپنے فضل کو مجھ سے اٹھانا چاہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا اور جس دل کی یہ قدردانی ہو رہی ہے وہ دل بھی تو اسی نے بخشا اور اسی کی طاقت اور اسی کی غلامی میں ہے جب وہ دل بدل دے تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ بہت بڑے بڑے نیک انسان بعض دفعہ زندگی کے آخری لمحوں میں پکے کافر اور مرتد اور ناشکرے ہو کے مرتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض لوگ زندگی ضائع کر دیتے ہیں گناہوں اور بدیوں میں لیکن ان کا انجام ایسے حال میں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل کو یکدم پلٹتا ہے اور وہ دل کا پلٹنا ان کی کائنات میں ایک انقلاب برپا کر دیتا ہے، ایسا انقلاب برپا ہوتا ہے کہ ساری پرانی بدیوں کو وہ انقلاب کھا جاتا ہے، کالعدم کر دیتا ہے گویا ایک قیامت صغریٰ ہے جو ان کی ذات میں برپا ہوتی ہے۔ پہلے سب اعمال، پہلی ساری زندگی مر کر مٹ جاتی ہے اور ایک نیا وجود ابھرتا ہے۔ تو دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ جو اس آیت میں کھینچا گیا ہے وہ بہت ہی اہم ہے ہمارے لئے اپنے اعمال کی جانچ کی غرض سے اور یہ شعور پیدا کرنے کے لئے کہ اس چند روزہ زندگی کے لئے ہم کیوں خواہ مخواہ دنیا میں لوگوں پر ظلم کریں، کسی کے مال چھینیں، کسی کا مال غصب کریں، کسی پر تکبر کے رنگ میں اپنی دولت کی برتری اور اپنی امارت اور اپنی حکومت کی برتری جتائیں اور اسی فخر کی حالت میں مر جائیں اور ایسی حالت میں مریں کہ جب بھی مریں گویا کل کچھ بھی نہیں تھا۔

یہ جو آیت ہے گویا کل کچھ بھی نہیں تھا یہ ہر مرنے والے پر صادق آتی ہے۔ جو کچھ بھی وہ کر چکا ہو، جو کچھ بھی کما بیٹھا ہو، جب موت کی ساعت آتی ہے تو یہ جو قرآن کریم کا بیان ہے اس پر بعینہٖ صادق آتا ہے۔ اس کی سوچ اس وقت اسے بتاتی ہے کہ ہیں یہ تو یوں ہاتھ سے نکل گیا گویا کل تک، کل بھی کچھ نہیں تھا، کچھ بھی ہمارا نہیں تھا

"خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا"

درد کا یہ مصرعہ میں پہلے بھی بارہا پڑھ چکا ہوں کیونکہ بہت عارفانہ بات ہے۔ مرتے وقت انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ خواب ہی تھی کچھ بھی نہیں تھی تو اس دنیا کے لئے اتنی جان مارنا کہ بنی نوع انسان پر ظلم کرنا بہانے بنا بنا کر، ملک گیری کی ہوس کو پورا کرنا، مظلوم قوموں کو دبانا اور طاقت کے نشے میں اپنے اردگرد اپنے ماحول کے حقوق کو بھی غصب کرتے چلے جانا، دولت کمائی ہے تو اتنی کماتے چلے جانا کہ ایک دنیا غریب ہو جائے آپ کی دولت کی وجہ سے اور آپ کو کوئی پرواہ نہ ہو اور آپ اس کو اکٹھے رکھتے چلے جائیں، ایک جگہ جمع کرتے چلے جائیں جو بنی نوع انسان کے فائدے میں کام نہ آئے یہ ساری انسانی زندگی کا خلاصہ ہے۔

آج کی دنیا میں جتنی تباہیاں ہیں وہ اسی وجہ سے ہیں حکومتوں کے رویے کو دیکھیں انسانوں کے رویے کو دیکھیں۔ قرآن کریم دولت کمانے کو منع نہیں فرماتا کیونکہ یہ سارا مضمون خاک سے زندگی پیدا کرنے کا اور اس کی نشو و نما کا مضمون ہے خدا کیسے کہہ سکتا ہے کہ تم بھی بڑھنے کی تمنا سے ہاتھ دھو بیٹھو یا دل سے نکال بیٹھو اور جہاں ہو وہیں کھڑے ہو کر جامد ہو جاؤ۔ ہرگز اللہ تعالیٰ یہ تعلیم نہیں دیتا مگر یہ وہ مضمون ہے جو جاری اور ساری ہے۔ آسمان سے پانی اترتا ہے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیتا ہے نئی زندگی کی صورت میں ابھرتا ہے اور سب کچھ ہونے کے بعد پھر وہ دوبارہ آسمان پر چڑھتا ہے اور پھر اسی سفر کو از سر نو دوبارہ شروع کرتا ہے "و مما رزقنٰھم ینفقون" کا ایک ایسا خوبصورت نظارہ ہے کہ جس کے بغیر زندگی قائم رہ ہی نہیں سکتی۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ جو مثال دی ہے پانی کی اس میں یہ بھی سبق دیدیا کہ اگر تم خدا کی راہ میں خرچ کرو گے اور اعلیٰ مقاصد کی خاطر اپنی طاقتوں کو استعمال کرو گے تو یاد رکھو کہ یہ کبھی ضائع نہیں جائیں گی بار بار دوبارہ تمہارے ہی کام آئیں گی۔ وہ پانی پھر آخر تم پر نازل کیا جائے گا جو تمہارے ہاتھ سے ایک دفعہ نکل جاتا ہے مگر دوسروں کو زندگی بخشتے ہوئے جائے گا۔ ایک لامتناہی سلسلہ ہے فیوض کا جو جاری کرنے کے بعد پھر وہ پانی پلٹا کرتا ہے اور اگر ایک جگہ جمع ہو جائے، ایک حوض میں بند ہو جائے تو سوائے تعفن کے وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتا اور ایسا زہریلا ہو جاتا ہے پھر کہ اس میں زندگی بھی نہیں پنپ سکتی۔ پس یہ کائنات کا نقشہ کہ آسمان سے پانی کا اترنا اور پھر بہتے چلے جانا، تمام فیوض بخش دینا اور پھر جو کچھ بھی اس نے کیا اس کے فائدے سے آخر وقت تک اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی استفادہ نہیں کر سکتا اس کو اگر انسان پیش نظر رکھے تو دنیا میں اس کے رہنے کے سلیقے بدل جائیں، اس کے آداب تبدیل ہو جائیں، اس کی سوچیں مختلف رستوں پر چلیں گی پھر۔ پھر وہ دنیا میں ایسے رہے گا کہ وہ بنی نوع انسان کے لئے فائدہ دے گا اور ہر حال میں ہمیشہ اٹھنے کی تیاری رکھے گا۔

جماعت کو ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ہمارے بہت سے الجھے ہوئے اخلاقی معاملات اس شعور کی کمی کی وجہ سے ہیں کہ ہم دنیا میں گویا آکر ٹھہر جانے کے لئے ہیں۔

ایسا شخص جس کو یہ نہ پتہ ہو کہ میرا کوچ کا حکم کب آتا ہے اس کو ہمیشہ تیار رہنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ایک بات میں نے آپ کے سامنے پہلے بھی بیان کی تھی وہ لاعلم آدمی تھے مگر بہت ہی باطنی طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے علم یافتہ تھے۔ بہت ذہین اور عالم اور منصف مزاج سکھ بادشاہ تھے۔ وہ ایک دفعہ پگڑی باندھ رہے تھے بہت بڑی پگڑی باندھتے تھے تو کسی حواری نے ان سے سوال کیا کہ آپ جو اتنا لمبا کام کر رہے ہیں غالباً وہ ان کے مسلمان مرید تھے۔ ان کی طرف سے سوال تھا کہ اتنی لمبی جو پگڑی باندھتے ہیں اگر اچانک پتہ چلے کہ فلاں جگہ یہ واقعہ ہو گیا تو کیا کریں گے آپ، پگڑی باندھتے باندھتے بڑا وقت لگتا ہے۔ تو اپنی تلوار سے جو ساتھ ہی تھی یوں پگڑی کاٹ کے کہا کہ میں یوں کروں گا کہ جہاں وقت آیا وہیں پگڑی ختم اور جو ضرورت کی آواز ہے اس کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا تو ہمہ وقت تیار رہنے کا جو مضمون ہے وہ اس مثال سے بھی نظر آتا ہے۔

کاروبار تو اب ہمیشہ انسانی زندگی سے آگے بڑھے ہوتے ہیں

"سامان سو برس کے ہیں کل کی خبر نہیں"

مگر وہ لوگ جو صاحب عرفان ہوں وہ ان سامانوں پر بھروسہ نہیں کرتے اپنی زندگی پر بھروسہ نہیں کرتے ذہنی طور پر تیار رہتے ہیں کہ جہاں بھی وقت ختم ہوا پگڑی بھی وہیں ختم ہو جائے گی اور پھر آگے نہیں بڑھنے دیا جائے گا اس کو۔ ایسی تیاری کی حالت میں انسان، زندگی بسر کرے تو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کامیاب ہوتا ہے اور جب بھی مرے وہ اپنے حساب کے لئے تیار رہتا ہے۔ جو لوگ غفلت کی حالت میں اس مضمون سے لاعلمی کی حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں ان کا حساب تیار ہی نہیں ہوتا کبھی۔ بعض

لوگوں سے آپ پوچھیں وہ ہر وقت ذہنی طور پر تیار رہتے ہیں اپنے کاروبار میں وہ سمیٹے رکھتے ہیں کاموں کو اور جو کام آگے آنے والے ہیں ان کے متعلق وہ بعض دفعہ ہدایتیں چھوڑتے جاتے ہیں تاکہ کسی وقت بھی بلاوا آئے تو پچھلوں کو تکلیف کا سامنا نہ ہو، جو کچھ حساب ہے صاف ہے، سب کو پتہ ہو کہ کیا میں چاہتا تھا، کیا کرنا ہے۔ لیکن جو لوگ غافل ہیں نہ وہ اپنی دنیا کے کاروبار کو سنبھال سکتے ہیں کیونکہ جب بھی خدا کی طرف سے اچانک وقت آتا ہے تو ان کا کیا کرایا سب بھوسہ بن جاتا ہے اور نہ آخرت کے لئے تیار رہتے ہیں اور آخرت میں جب حاضری کا وقت آتا ہے تو بے سروسامان بغیر کسی تیاری کے اسی طرح حاضر ہو جاتے ہیں، تبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے ذہنی طور پر تیاری کا حکم دیا۔

ایک شخص نے قیامت کے متعلق عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا پوچھتے ہو، تیاری بھی کی ہے؟۔ اگر ہو بھی اور تیاری نہیں کی تو تمہیں اس سے کیا کب ہوگی۔ چھوٹی سی بات میں دیکھیں کتنی عظیم نصیحت فرما دی ہے۔ قیامت ہوگی ضرور۔ کب کا سوال تب ہو اگر تم تیار رہو کیوں کہ تمہاری قیامت آج بھی آ سکتی ہے، ہر لحہ آ سکتی ہے۔ اور تیاری سے مراد یہ ہے کہ ہر لحہ تیار رہو۔ اگر ہر لحہ تیار ہو تو پھر پوچھو بے شک کہ کب ہوگی۔ وہ اب ہوگی یا کل ہوگی تم ہر حالت میں مطمئن رہو کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تم نجات یافتہ حالت میں دنیا سے رخصت ہوگے۔ لیکن اگر تیاری کوئی نہیں کی ہوئی تو پھر کیا فائدہ؟۔ پس جماعت کو ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ہمارے بہت سے الجھے ہوئے اخلاقی معاملات اس شعور کی کمی کی وجہ سے ہیں کہ ہم دنیا میں گویا آکر ٹھہر جانے کے لئے آئے ہیں۔

تمام دنیا کی حکومتوں کی بدچلنیاں اور ظلم و ستم اس احساس اور شعور کی کمی کی وجہ سے ہیں مگر دنیا کی حکومتوں کو تو بعض دفعہ یا حکومت والوں کو بعض دفعہ بار بار کی ٹھوکروں سے کچھ تجربہ ہو جاتا ہے کئی ایسے وزیر ہیں جو بے چارے اترنے کے بعد جب گلیوں میں چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں تو ان کا بے حیثیت ہونا، ان کا بے اختیار ہونا نہ صرف دکھائی دیتا ہے بلکہ باتوں میں بتاتے بھی ہیں کہ جی کل تک تو ہمارا یہ حال تھا آج ہمارا یہ حال ہے۔ ایک صاحب ایک دفعہ مجھے اسٹیشن پر ملے تھے اچھے معزز عہدوں پر فائز، ان سے میری گفتگو ہوئی میرے وہ احمدی دوست نہیں باہر کے کوئی تھے وہ کہتے کیا حال پوچھتے ہیں آپ، پہلے بڑے بڑے سلام کیا کرتے تھے جھک کے اب ہمارا چپڑاسی بھی ملے تو نظر ادھر ادھر پھیر لیتا ہے کہ مجھے کوئی کام نہ بتا دیں۔ دنیا کی بے ثباتی کا کچھ ذاتی احساس بڑے لوگوں کو دنیا میں ہوتا رہتا ہے لیکن جو خدا تعالیٰ کے حضور اعمال پیش کرنے کا مضمون ہے اس میں بسا اوقات یہ احساس پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس وقت شعور آتا ہے جب کہ وقت ہاتھ سے گزر چکا ہے اور پھر آدمی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

پس بے ثباتی کا مضمون آپ کے اعمال کی نگرانی کے لئے ضروری ہے لیکن اگر مرنے کے بعد جی اٹھنے کا مضمون ساتھ نہ ہو تو پھر بے ثباتی بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی بلکہ بعض بے ثباتی گناہ بڑھانے کا موجب بن جاتی ہے۔ اس صورت میں یہ مضمون پیدا ہوگا کہ "عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"۔ کہ تم عیش کر جاؤ جو کرنا ہے کیونکہ دوبارہ پھر اس عالم میں نہیں آنا۔ تو ایک ہی مضمون ہے ایک حوالے کے ساتھ نیکی کی تعلیم دینے والا بن جاتا ہے ایک حوالے کے ساتھ بدی کی تعلیم دینے والا بن جاتا ہے۔ یہ دنیا میں جتنے بھی بدکردار لوگ یا حکومتیں ہیں ان کو یہ تو پتہ ہے کہ ہے بے ثباتی مگر مرنے کے بعد جی اٹھنے کا خیال نہیں ہے، مرنے کے بعد حساب دینے کا خیال نہیں ہے اس لئے "بابر بہ عیش کوش" کی آواز ان کے دل سے اٹھتی ہے۔ عیش کر جاؤ پھر دوبارہ نہیں آنا دنیا میں ایک ہی دفعہ جو کچھ ہونا ہے ہو جانا ہے جتنے دن ہیں مزے میں اڑا دو۔

لیکن اگر اس بے ثباتی کو جی اٹھنے کے بعد حساب کتاب کے ساتھ باندھا جائے تو ناممکن ہے کہ انسان اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہو۔ ہر لحہ وہ متوجہ ہو جائے گا۔ اور اگر یہ یقین ہو کہ کسی لحہ میں میں جا سکتا ہوں تو پھر تو اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اپنے اعمال پہ نظر رکھنا ہوگا۔ وہ یہ دیکھتا رہے گا کہ میں اب بھی تیار ہوں کہ نہیں، اب تیار ہوں کہ نہیں۔ آج اگر اس وقت جان جائے تو کس حالت میں جان دوں گا۔ پس وہ جماعت جس نے سب دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے جس کے سپرد خدا نے یہ ذمہ داری فرما دی ہے۔ کچھ اس میں دیکھا ہے تو خدا نے یہ ذمہ داری سپرد فرمائی ہے ورنہ ہر کس و ناکس کو تو یہ توفیق نہیں ملی۔ بہت بڑی ذمہ داری ہے اور بہت ہی بڑا انعام ہے۔ آسمان سے جو پانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم پر اترا وہ آج جماعت احمدیہ کی روحانی زندگی میں اپنی نشو و نما دکھا رہا ہے اور سرسبزی دکھائی دے رہی ہے، طراوت دکھائی دے رہی ہے، ہر قسم کی زندگی کی شکلیں ابھر رہی ہیں لیکن اگر ہم اس بات کو بھلا دیں کہ ہم اس کے جوابدہ ہیں اور مستغنی ہو جائیں، یہ سمجھیں کہ گویا ہمارا حق تھا ہم پر یہی ہونا تھا تو کسی وقت بھی جان ایسی حالت میں نکل سکتی ہے کہ ہاتھ میں کچھ بھی نہ رہا ہو۔ اور انفرادی طور پر لازم نہیں کہ ایک نیک جماعت میں شامل ہو کر ہر فرد برابر فائدہ اٹھا سکے بلکہ ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ جن پر جتنا بڑا انعام ہو اتنا ہی بڑا وہ نقصان اٹھا جاتے ہیں۔

تو اجتماعی زندگی میں یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو اپنے فضل سے بڑے مقاصد کے لئے چنا ہے یہ ایک بات ہے مگر یہ کہ ہر شخص محفوظ اور مامون ہے یہ بالکل اور بات ہے۔ ہرگز ہر شخص مامون و محفوظ نہیں ہے۔ اگر کسی کے دماغ میں یہ وہم و گمان کا کیڑا اپنی پیدائش میں ہی کروٹ بدل رہا ہو یعنی ابھی پیدا بھی نہ ہوا ہو اور پیدائش کی حالت میں اس کا بیج بن رہا ہو تو ہمیشہ یاد رکھے اس دعا کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اپنے لئے کیا کرتے تھے کہ اے خدا مجھے نیکی پر ثبات عطا فرما، مجھے ہدایت پر قائم رکھنا۔ تو آپ کی اس نیکی کی کیا ضمانت ہے؟۔ آپ کی تو کوئی حیثیت نہیں۔ آپ کی تو نیکی میں ایسی بدیاں لگی رہتی ہیں جو گھن کی طرح آپ کی نیکیوں کو کھاتی چلی جاتی ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کا یہی حال ہے، کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ تو اس کا بغیر دعا کے سہارے کے اور بغیر ہمیشہ اس بات پر مستعد رہنے کے کبھی نیک انجام نہیں ہو سکتا کہ وہ دیکھتا رہے کہ میرے اعمال اب کس رخ پر ہیں۔ کیا میرا رخ مسلسل ہدایت کی طرف آگے کی طرف ہے یا نہیں ہے اور دنیا سے میرا کتنا تعلق ہے۔

دنیا سے تعلق کے مضمون میں ہر چیز کا اپنا اپنا ایک امتحان ہے جو انسان کو درپیش رہتا ہے۔ کبھی عام طور پر انسان سوچتا بھی نہیں۔ بے ثباتی کا یہ مطلب نہیں کہ میں چلا جاؤں گا بے ثباتی کا تو یہ مطلب ہے کہ میرے تعلقات، میرے رشتے، میری کمائیاں مجھ سے چھٹ جائیں گی اور وہ بسا اوقات اس طرح بھی چھٹتی ہیں کہ آپ رہتے ہیں اور وہ چلی جاتی ہیں۔ کبھی آپ دولتیں چھوڑ کے مر جاتے ہیں کبھی دولتیں آپ کی زندگی میں آپ کو چھوڑ کر چلی جاتی ہیں۔ کبھی آپ اپنے پیاروں سے اچانک جدا ہو جاتے ہیں اور کبھی آپ کے پیارے آنکھوں کے سامنے آئے دن آخرت کا سفر کرنا شروع کر دیتے ہیں اور آپ کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ بعض لوگ بڑے دردناک خط لکھتے ہیں کہ ہم پر تو ابتلاؤں کا ایک دور آگیا ہے کل فلاں فوت ہوا آج وہ فلاں فوت ہو گیا، اب فلاں کی بیماری کی خبر ملی ہے اور یہ سلسلہ جو ہے وہ ایک سال سے یا دو سال سے ہم پر ابتلاؤں کا جاری ہے۔ کبھی حادثات کا کوئی شکار ہو گیا تو مجھ سے پوچھتے ہیں ہم کیا کریں۔ ان کو میں یہی کہتا ہوں کہ "انا للہ" جو ہے وہ صرف گنوانے کے مضمون میں نہ پڑھا کریں کہ ہاتھ سے چیز جاتی رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا "انہ للہ" جو مرنے والا ہے وہ اللہ کا تھا اس لئے چلا گیا یہ سکھایا "انا للہ" ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں "و انا الیہ راجعون"۔

دیکھیں کل عالم میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خدا نے کیسا بلند فرمایا ہے۔ زمین کے کنارے گونج اٹھے ہیں اس نام سے اور یہ ذکر بڑھتا چلا جاتا ہے اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔

تو ان کے لوٹنے کا غم کرنے کی بجائے اپنے لوٹنے کی فکر کیا کرو۔ یہ سوچا کرو کہ تم ایسی حالت میں تو نہیں لوٹو گے کہ خدا کے بنے بغیر چلے جاؤ واپس۔ جو مرنے والے تھے وہ تو اپنا حساب لے کر حاضر ہو گئے اگر ان کی خاطر تم واویلا کر کے خدا کو بھی ہاتھ سے گنوا بیٹھو تو "انا للہ" کیسے پڑھو گے اور اگر واویلا کرو گے تو وہ تو آ ہی نہیں سکتے، ناممکن ہے، خدا جا سکتا ہے۔ تو یہ دو ٹوک بات ہے اس کے سوا تمہارا چارہ ہی کوئی نہیں ہے۔ جو مرضی کر لو، سر پیٹتے رہو ساری عمر، چھاتیاں پیٹو مگر جانے والا واپس نہیں آئے گا تم ضرور جاؤ گے۔ ایسی حالت میں نہ جاؤ کہ جانے والا تمہیں وہاں بھی نہ ملے کیونکہ تم خدا کو گنوا بیٹھے ہو تو اس کے سوا اور کوئی حل ہی نہیں ہے اس کا۔ اگر اس مضمون پر انسان غور کرے تو تکلیف تو ہوتی ہے مگر تکلیف پر اس کا رد عمل ایک مثبت رد عمل ہوگا وہ ضائع نہیں ہو سکتا بلکہ ہر ایسی تکلیف جس کو خدا کی خاطر وہ برداشت کرتا ہے اس کے لئے بھی جزائے خیر پر منتج ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے کئی گناہ جھاڑ دیتا ہے، کئی گناہوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے کئی ایک سے اعراض فرما دیتا ہے اور پھر اصلاح فرما دیتا ہے اس کی۔

یہ بہت سے فوائد ہیں جو کسی کھوئی ہوئی چیز کے وقت جو رد عمل انسان میں پیدا ہوتا ہے اس سے وابستہ ہوتے ہیں اور اگر صحیح رد عمل نہ ہو تو جو کچھ ہے وہ بھی گیا۔ جو کچھ تھا وہ تو جا چکا، جو کچھ ہے وہ بھی جاتا رہے گا اور رونے پیٹنے کے سوا زندگی اور کسی کام نہیں آئے گی اور مرنے کے بعد اور بھی زیادہ رونا پیٹنا ہے۔ بڑا ہی بے وقوف ہے جو دنیا کی بے ثباتی کے مضمون کو نہیں سمجھتا۔ دو چار اوپر تلے چلے گئے تو کیا دو چار دس ہزار سال میں نکل گئے تو کیا۔ یہ قطعی بات ہے کہ "انا للہ و انا الیہ راجعون" ہم اللہ ہی کے ہیں اسی کی طرف ہم نے جانا ہے آج نہیں گئے تو کل گئے اس لئے دوسروں کی فکر کی بجائے جب کوئی مرے اپنی فکر کیا کرو۔ یہ ہے بے ثباتی کا مضمون جو "انا للہ" نے ہمیں سکھلا دیا اور لوگ ان کی فکر کرتے ہیں اپنی نہیں کرتے۔ خطرہ ہے کہ جب تم کسی کو جاتے دیکھو تو تم بھی ضائع نہ ہو جاؤ۔ یاد رکھنا تم اللہ کے ہو اللہ ہی کی طرف سے آئے تھے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے سب سے بڑی فکر تو اپنی کرنی چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے جو نماز جنازہ کی دعا سکھائی وہ عجیب ہے "اللھم اغفر لحینا و میتنا" مرنے والے کو بعد میں رکھا ہے زندہ کو پہلے کر دیا۔ فرمایا مرنے والے کی اب تم کیا فکر کرو گے وہ تو چلا گیا ہاتھ سے۔ سب سے زیادہ ضرورت ہے زندوں کی بخشش کی دعا مانگو کہ وہ مرنے سے پہلے بخشے جا چکے ہوں۔ مرنے کے بعد دعائیں بھی کام آتی ہیں مگر وہ دعا جو زندگی میں کسی کو بخشوا دے اس سے بڑھ کر اور کوئی دعا نہیں ہو سکتی اور پھر غائب سے پہلے شاہد کو کر دیا "و شاھدنا و غائبنا" مرنے والے غائب ہو گئے ہیں لیکن جو موجود ہیں ان کی فکر کرو کہ اللہ ان کو صحیح حال پر قائم رکھے یہاں تک کہ جب وہ مر رہے ہوں تو ایمان پر جان دینے والے ہوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی دعائیں بھی قرآنی تعلیم کے رنگ ہی میں رنگی ہوئی ہیں۔ کہیں بھی آپ ان میں کوئی قرآن سے فرق نہیں

دیکھیں گے۔ ان کے اندر قرآن ہی کا رنگ ہے جو مختلف صورتوں میں دکھائی دیتا ہے اور ایک ادنیٰ بھی کہیں آپ تضاد نہیں دیکھیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی دعاؤں میں اور قرآنی تعلیمات میں۔ بلکہ جوں جوں آپ غور کرتے چلے جائیں گے آپ حیران ہوتے چلے جائیں گے بلکہ حیرت کے سمندر میں غرق ہو جائیں گے کہ کتنی تفصیل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی سوچیں قرآن کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں ایک ادنیٰ بھی کہیں اختلاف یا فرق دکھائی نہیں دے گا، ایک ہی کائنات ہے۔

پس اس پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی نصائح پر بھی غور کریں تو یہی مضمون ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔ ثبات دنیا کا مضمون بھی اسی طرح دکھائی دیتا ہے جیسا کہ قرآن پیش فرماتا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی نصائح پر غور کرنے ہی سے حقیقت میں قرآن کا مضمون کھلتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ تفصیل سے بیان کر دیا ہے مگر ان کے لئے جو "یتفکرون" اس پر بھی تو غور کرو۔ مضمون تو کھلا کھلا ہے لیکن "لقوم یتفکرون" ایسی قوم کے لئے جو فکر کرتی ہے اور ایسی کھلی بات نہیں ہے کہ ہر جاہل عالم کو برابر یکساں اچانک سمجھ آ جائے گی۔ ایسی بات جو سب کو برابر سمجھ آئے وہ سطحی ہوا کرتی ہے اور قرآن کریم سطحی باتیں بیان نہیں کرتا۔ ایسی باتیں جو قرآنی حقائق ہیں جب وہ کھلی کھلی بھی ہوں تو ان میں گہرائی ہوتی ہے اس لئے اس کی سطح دکھائی دینے کی یہ مراد نہیں کہ آپ کو سب کچھ دکھائی دے گیا۔ مراد یہ ہے کہ سطح دیکھو گے تو پھر نیچے ڈوبو گے پھر اور نیچے، پھر اور نیچے تمہیں تہہ بہ تہہ حقائق کی تہیں دکھائی دیں گی اور ہر اس تہہ میں مزید تم حقائق اور ہدایات کے موتی پاؤ گے ان کے جواہر جڑے ہوئے ہوں گے۔ بے شمار مفادات ہیں جو قرآن کریم کی تہوں سے وابستہ ہیں جو اس کے بطن میں درجہ بدرجہ نیچے ڈوبنے سے دکھائی دیتی ہیں یا نظر آتی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی نصائح کے ذریعے ہی ہم اس مضمون کو سمجھ رہے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اسی مضمون پر مختلف رنگ میں روشنی ڈالی کہ بے ثباتی کے ساتھ، وہ دنیا جو بے ثبات ہے اس سے ایسا تعلق نہ جوڑ بیٹھو کہ تمہارے لئے دین و دنیا دونوں میں نقصان کا موجب ہو اور جب وقت آئے تو تم یہ دیکھو کہ تمہارا وجود کل بھی کسی فائدے کا نہیں تھا لمبی زندگی تم نے فائدے میں گزارنی ہو یہ تو اور مضمون ہے۔ جب ایسی حالت میں رہے ہو کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں رہا۔ ساری سرسبزی جو ہے وہ پاؤں تلے روندے جانے والے بھوسے میں تبدیل ہو چکی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں، میں آپ کے اقتباسات میں سے چند آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

سب سے پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی ایک نصیحت جو حضرت ابن عمرؓ کو آپؐ نے کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، "عنھما" عمر پر بھی اللہ کی رحمت ہو ان کے بیٹے پر بھی اللہ کی رحمت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے میرے کندھوں کو پکڑا اور فرمایا تو دنیا میں ایسا بن گویا تو پردیسی ہے یا راہ گزر مسافر ہے۔ پردیسی جو ہے وہ بے چارہ بے اختیار ہوتا ہے اس کا بھی کوئی اختیار نہیں۔ راہ گزر مسافر کی بھی یہی کیفیت ہے وہ اپنی ملکیت میں نہیں پھر رہا ہوتا۔ پردیسی سے مراد ہے اس کے وطن کے حقوق نہیں ہیں وہ کسی اور وطن میں ہے۔ مسافر سے مراد یہ ہے وہ چلتا پھرتا ہے لیکن کہیں بھی اس کا قیام نہیں ہے وہ کسی جگہ کو اپنا بنا کے وہاں ٹھہر نہیں سکتا۔ تو دنیا کی بے ثباتی کا یہ نقشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے کھینچا اور ایک چھوٹی عمر کے بچے کو کندھے سے پکڑ کے بتایا کہ ساری زندگی اسی طرح رہنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس تعلق میں فرماتے ہیں یعنی ایک یہ روایت ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق جو یوں درج ہے کہ ایک معزز خاندانی ہندو دیوان صاحب جو صرف حضرت کی ملاقات کے واسطے قادیان آئے تھے قبل نماز ظہر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواہش ظاہر کی کہ ان کو کچھ نصیحت کی جائے۔ حضرت نے فرمایا ہر ایک شخص کا ہمدردی کا رنگ جدا ہوتا ہے۔ (ہر ایک شخص کی ہمدردی کا رنگ جدا ہوتا ہے اور آگے جو رنگ ہے وہ بتا رہا ہے کہ یہ کون شخص ہے جس کی ہمدردی کا یہ رنگ ہے۔) اگر آپ ڈاکٹر کے پاس جائیں تو وہ آپ کے ساتھ یہی ہمدردی کر سکتا ہے کہ آپ کی کسی بیماری کا علاج کرے اور اگر آپ حاکم کے پاس جائیں تو اس کی ہمدردی یہ ہے کہ کسی ظالم کے ظلم سے بچائے۔ ایسا ہی ہر ایک کی ہمدردی کا رنگ جدا ہے۔ ہماری طرف سے ہمدردی یہ ہے کہ ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ دنیا روزے چند ہے اگر یہ خیال دل میں پختہ ہو جائے تو تمام جھوٹی خوشیاں پامال ہو جاتی ہیں۔

"تمام جھوٹی خوشیاں پامال ہو جاتی ہیں" کیوں کہ جس کو یہ پتہ ہو کہ یہ جو میں نے سب کچھ حاصل کیا ہے کسی وقت مجھ سے جدا ہو سکتی ہے۔ یہ دولت یا وہ بچے یا عزیز جو مجھے پیارے ہیں کسی وقت یہ مجھ سے جدا ہو سکتے ہیں یا میں ان سے جدا ہو سکتا ہوں تو اس کو تو ہر وقت کا دھڑکا لگ جائے گا۔ اور جتنا زیادہ وہ اگلی دنیا کے خیال سے غافل ہوگا اتنا ہی یہ دھڑکا شدید اور ظالم دھڑکا ہو جائے گا۔ بعض لوگوں کو جب یہ وہم پیدا ہو جائے کہ ہمارے بچے نہ مر جائیں تو ان کی اپنی زندگی موت کا شکار ہو جاتی ہے۔ کئی عورتیں جن کی بیماریاں جو اپنے علاج کے لئے کئی دفعہ ملتی ہیں یا خط لکھتی ہیں ان میں ایک یہ بھی بیماری ان میں زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ وہ کہتی ہیں ہمیں یہ ڈر ہے کہ ہمارا خاوند واپس ہی نہ آئے شاید۔ ہمارا بچہ نہ مر جائے، اب سکول گیا ہے تو پتہ نہیں اس پہ کیا آفت ٹوٹ گئی ہے اور اس وہم میں جو حقیقت ابھی بنا نہیں، ہو سکتا ہے اس کی ساری زندگی کبھی بھی نہ بنے، اس میں وہ اپنی زندگی کی موجود حقیقتوں کو ذبح کر دیتی ہے اور نہایت وحشت کی حالت میں زندگی بسر کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ دیکھو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اگر یہ خیال دل میں پختہ ہو جائے تو تمام جھوٹی خوشیاں پامال ہو جاتی ہیں۔ اب آپ یہ دیکھیں "جھوٹی خوشیاں" کیسا فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت کا ایک ایک لفظ ایک ایسا قیمتی موتی ہے جسے وہاں سے اکھاڑا نہیں جا سکتا اس کی جگہ تبدیل نہیں کی جا سکتی۔ ایک عام آدمی کہتا ہے خوشیاں برباد کر دیتا ہے تو پھر اچھی نصیحت کر رہے ہو۔ جو خوشیاں ہیں وہ بھی گئیں ساری کی ساری۔ فرماتے ہیں جھوٹی خوشیاں پامال کر دیتا ہے یہ خیال۔ "اور غیر اس کے جھوٹ سارا" یہ مضمون ہے جو اس ایک لفظ میں بیان فرما دیا۔ فرماتے ہیں سچی خوشیاں بھی ہیں۔ یہ خیال سچی خوشیوں کو تقویت بخشتا ہے اور جھوٹی خوشیوں کو پاؤں تلے پامال کر دیتا ہے اور انسان خدا تعالیٰ کی طرف اپنا دل لگاتا ہے۔

یہ جو نصیحت تھی اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس معزز ہندو دیوان کو سمجھ آئی یا نہ آئی لیکن اس کے حالات دیکھتے ہوئے غالباً اس سے بہتر نصیحت اس کو کی نہیں جا سکتی تھی۔ ایک ہندو دیوان بہت ہی صاحب حیثیت انسان تھا کیونکہ ہندو دیوان بڑے معزز لوگ تھے دنیا کے لحاظ سے بھی اور مال و دولت کے لحاظ سے بھی، رعب اور مرتبے کے لحاظ سے بھی۔ تو فرمایا کہ یہ دنیا کی چند دن کی باتیں ہیں تم اپنے اثر رسوخ کو ظلم میں استعمال نہ کرنا۔ اپنی دولت کا بے جا استعمال نہ کرنا، اس کا بے محل استعمال نہ کرنا ورنہ تم جھوٹی خوشیوں میں رہو گے۔ تم سمجھتے رہو گے کہ تم بڑی چیز ہو لیکن جب وقت آئے گا تو کچھ بھی نہیں نکلو گے۔ پس یہ وہ نصیحت ہے جو صرف ایک دیوان کے نہیں سب دنیا کے دیوانوں کے اور فرزانوں کے کام برابر آتی ہے اس سے اعلیٰ نصیحت ہو نہیں سکتی کہ انسان دنیا کی ناپائیداری کا خیال کرے۔

فرماتے ہیں "ایسے منصوبے اور ناجائز کارروائیاں انسان اسی واسطے کرتا ہے کہ اس کو معلوم نہیں کہ زندگی کے ایام کتنے ہیں۔ جب انسان جان لیتا ہے کہ موت اس کے آگے کھڑی ہے تو پھر وہ گناہ کے کاموں سے رک جاتا ہے خدا رسیدہ لوگوں کو ہر روز اپنے اور اپنے دوستوں کے متعلق معلوم ہوتا رہتا ہے کہ ان کے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے۔ وہ گرد و پیش سے دیکھ کر اپنی فکر کرتے ہیں"۔ یہی بات ہے جو میں نے "انا للہ" کی تشریح میں آپ کے سامنے رکھی تھی کہ جب کوئی جایا کرے تو اپنی فکر کیا کرو اس سے بہت بڑھ کر تمہاری توجہ اپنی ضمیر کی طرف پھرنی چاہئے کہ ہم بھی تو اسی طرح نکل جائیں گے تو ہمارا کیا بنے گا اور جانا وہاں ہے جس کی سرکار میں جواب دہی ہے جس کے سوالوں سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔

فرماتے ہیں وہ رک جاتا ہے اور خدا رسیدہ لوگوں کو گرد و پیش کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے "اس واسطے وہ دنیا کی باتوں پہ خوش نہیں ہو سکتے نہ ان پر تسلی پکڑ سکتے ہیں۔" پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام طاعون کی مثال دیتے ہیں یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ طاعون عام تھا غالباً یہ پھر ۱۹۰۰ء کے بعد بیسویں صدی کے آغاز کی بات ہوگی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "یاد رکھو کہ زبان سے خدا کبھی راضی نہیں ہوتا اور بغیر ایک موت کے کوئی اس کے نزدیک نہیں ہوتا"۔ یہ جو دوسرا پہلو ہے اس کے متعلق پہلے بھی میں نے متوجہ کیا ہے جماعت کو مگر اب پھر میں عرض کرتا ہوں کہ صوفی جو کہتے ہیں کہ مر جاؤ پہلے اس سے کہ تم مار دیئے جاؤ۔ یہ جس رنگ میں انسان سمجھتا ہے اس سے ڈر جاتا ہے اور خوف زدہ ہوتا ہے وہ کہتا ہے میں کیسے مر جاؤں اور زندہ رہتے ہوئے بھی اپنے پر ایک موت قبول کر لوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو بڑی حکمت اور پیار کے ساتھ سمجھاتے ہیں فرماتے ہیں "یاد رکھو زبان سے خدا کبھی راضی نہیں ہوتا اور بغیر ایک موت کے کوئی اس کے نزدیک زندہ نہیں ہوتا۔ جس قدر اہل اللہ ہوتے ہیں سب ایک موت قبول کرتے ہیں اور جب خدا ان کو قبول کرتا ہے تو زمین پر بھی ان کی قبولیت ہوتی ہے۔" یہ کہہ کر وہ لوگ جو اپنے رشتوں، اپنے اثر رسوخ کے تعلقات کو توڑنے سے گھبراتے ہیں ان کو تسلی بھی دیدی کہ جس موت کی ہم بات کرتے ہیں وہ ایسی خوفناک چیز نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو کہ انسان سب دنیا سے کٹ جائے سب دنیا کے تعلقات توڑ دے۔ اللہ تعالیٰ موت کو قبول کرتے ہی وہ نئی زندگی ضرور بخشتا ہے جو مادی موت سے بھی متعلق ہے اور مرنے کے بعد اسے مردہ نہیں رہنے دیتا۔

جس خدا کا یہ قانون ہے کہ ہر مردے کو جی اٹھائے گا دوبارہ اٹھا لے گا وہ اس دنیا میں بھی تم سے یہی سلوک کرے گا اس لئے موت سے ڈرتے کیوں ہو۔ مر دیکھو پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ تمہارے مراتب، تمہارے دوستیوں کے تعلقات، تمہارے اردگرد ماحول پر جو تمہیں شان و شوکت نصیب ہوئی تھی اس پر بھی موت آ جائے گی۔ وہ ایسی حقیر اور بے معنی چیزیں دکھائی دیں گی کہ جو چیزیں خدا تمہیں دے گا ان کے مقابل پر ان کی کوئی حیثیت دکھائی نہیں دے گی۔ کیونکہ فرماتے ہیں "جب خدا ان کو قبول کرتا ہے تو زمین پر بھی ان کی قبولیت ہوتی ہے۔ پہلے خدا تعالیٰ خاص فرشتوں کو اطلاع دیتا ہے کہ فلاں بندے سے میں محبت کرتا ہوں اور وہ سب اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی محبت زمین کے پاک دلوں میں ڈالی جاتی ہے اور وہ اسے قبول کرتے ہیں جب تک ان لوگوں میں سے کوئی نہیں بنتا تب تک وہ پیتل اور تانبا ہے اور اس قابل نہیں کہ اس کی قدر کی جائے۔"

پس موت کا جو تصور ہے وہ بڑا بھیانک ہے مگر اس تصور کے بھیانک پن میں کمی تب آتی ہے اگر جی اٹھنے کا مضمون ساتھ باندھا جائے۔ اور جی اٹھنے کا جو مضمون ہے وہ مرنے کے بعد ہی انسان مشاہدہ نہیں کرتا اس دنیا میں دیکھ سکتا ہے۔ اس لئے جب میں آپ کو جی اٹھنے کی طرف توجہ دلاتا ہوں یعنی دوبارہ زندہ ہو جانے کی طرف، مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نئی زندگی عطا کرنے کی بات کرتا ہوں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ حوالہ اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ آپ نے اس کا ایک قطعی ثبوت ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ فرمایا جتنے خدا کے بنے ہیں ان کو دیکھو وہ خدا کے لئے مر گئے تھے اور کوئی بھی ایسا نہیں رہا جسے مردہ حالت میں خدا نے چھوڑ دیا ہو اسی دنیا میں ان کو ایسی عزت، ایسی نئی زندگی کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ جو اس نئے دور کے ساتھ اپنے پرانے دور کا موازنہ کرکے دیکھیں تو ان کو اپنی جو خود قبول کی ہوئی موت ہے وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ایک حقیر قربانی دکھائی دے گی۔ وہ اس لئے کہ جو پہلے کی زندگی تھی اس کی نعمتیں جو انہوں نے چھوڑی تھیں ان نعمتوں کے مقابل کچھ بھی نہیں جو خدا نے ان کو عطا کر دی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے تجربے سے یہی مضمون بیان فرماتے ہیں کہ

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا۔

وہ کیا خاک تھی، وہ قطرہ کیا تھا؟ وہ وہ قربانیاں تھیں وہ پہلے کی زندگی تھی جسے آپ نے خدا کی خاطر مٹی میں ملا دیا۔ اسے خود اپنے ہاتھوں سے خدا کی راہ میں قربان کرتے ہوئے گویا دنیا کے زندگی کے ذرائع سے اپنا تعلق قطع کر لیا۔ دنیا کی زندگی کے ذرائع میں دو ہی چیزیں ہیں پانی اور مٹی۔ فرمایا کہ جو کچھ میں نے خدا کی راہ میں قربان کیا وہ پانی کا ایک قطرہ اور تھوڑی سی مٹی تھی اس کے سوا کوئی حیثیت نہیں تھی مگر

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

اب دیکھیں کل عالم میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خدا نے کیسا بلند فرمایا ہے۔ زمین کے کنارے گونج اٹھے ہیں اس نام سے اور یہ ذکر بڑھتا چلا جاتا ہے اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔ وہ خاک کی مٹھی جو آپ کہتے ہیں میں تھا اس نے تو کل عالم بننا ہی بننا ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ وہ قطرہ جو آپ تھے جب اسے خدا کی راہ میں قربان کیا تو وہ ساری دنیا کے لئے زندگی بخش پانی بن رہا ہے اور بنتا چلا جائے گا۔ پس یہ حقائق ہیں جو آپ کے سامنے رکھے جا رہے ہیں کوئی فرضی قصے نہیں ہیں جن کی بناء پر آپ کو اصلاح احوال کی طرف متوجہ کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھنے کی اور ان پر عمل پیرا ہونے کی اور ان سے استفادے کی ہمیں توفیق بخشے۔

بقیہ صفحہ اول

ایک سوال کیا گیا کہ ریڈ وائن حرام ہے لیکن یہ Sauce وغیرہ تیار کرنے میں معمولی سی استعمال کی جاتی ہے تو کیا وہ Sauce بھی حرام ہے؟

حضور نے فرمایا ایسی باتوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔ جو حرام ہے وہ حرام ہے خواہ تعداد زیادہ ہو یا کم ہو۔

حضور نے فرمایا اگر دودھ میں پیشاب کا ایک قطرہ بھی پڑ جائے تو کیا اسے آپ پی لیں گے کراہت ہوگی اور ہاتھ نہیں لگائیں گے اس لئے ایسے بہانے ہرگز تلاش نہیں کرنے چاہئیں۔

ایک سوال تھا کہ حضور نے اپنے درس میں فرمایا تھا کہ بائبل کا ترجمہ کر رہے ہیں....

حضور نے فرمایا کہ میں نے ترجمہ نہیں کہا تھا یہ کہا تھا کہ ہم ریسرچ کر رہے ہیں۔ کمیٹیاں بنائی ہیں جو لندن، جرمنی اور ربوہ میں کام کر رہی ہیں تاکہ بائبل کی صحیح تفسیر پیش کی جاسکے اور اصل حقائق دنیا پر کھولے جائیں۔ جہاں دفاع کی ضرورت ہوگی ہم بائبل کا دفاع کریں گے۔

حضور نے اس مجلس میں یہ بھی فرمایا کہ ناروے میں عیسائیت کی تاریخ کب کس طرح شروع ہوئی؟ یہاں کے اصل باشندے کون تھے؟ اب وہ کس طرح رہ رہے ہیں؟ عیسائیت کس طرح داخل ہوئی؟ ان سب امور پر تحقیق ہونی چاہئے۔

۱۰ اکتوبر ۹۶ء کو صبح ساڑھے نو بجے حضور انور ایدہ اللہ Furuset کے مقام پر نئی مسجد کی تعمیر کے لئے خرید کردہ زمین کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ جگہ موجودہ مشن ہاؤس سے ۱۷ کلومیٹر دور ہے۔

حضور انور نے اس موقع پر زمین کا تفصیلی معائنہ فرمایا اور امیر صاحب کو مختلف ہدایات دیں۔ اس موقع پر مسجد کے نقشہ جات بھی ملاحظہ فرمائے اور مسجد کمیٹی کے ممبران کو شرف مصافحہ بخشا۔

شام چار بجے سے ساڑھے چھ بجے تک عام ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا جس میں بہت سے افراد خاندان نے حضور ایدہ اللہ سے ذاتی ملاقاتوں کا شرف حاصل کیا۔

استقبالیہ تقریب

شام ساڑھے چھ بجے نماز مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ مشن ہاؤس سے تین کلومیٹر دور واقع ایک ہوٹل میں ایک استقبالیہ تقریب میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ مجلس سوال و جواب کی شکل میں منعقد ہونے والے اس استقبالیہ کا مقصد تھا کہ نارویجین قوم پر اپنا نیک اثر رکھنے والے شرفاء اور عمائدین کو حضور انور سے ملنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

پروگرام کے مطابق یہ تقریب ۱۰ اکتوبر کی شام کو Radisson ہوٹل کے پر شکوہ بنکوئٹ ہال میں منعقد ہوئی۔ اس کے شرکاء ناروے کے چنیدہ اور اہم اصحاب تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی آمد پر اس تقریب میں شمولیت کی دعوت پر تمام معززین نے نہایت خوشی اور اخلاص کا مظاہرہ کیا۔

وقت مقررہ پر جو عمائدین حضور انور کا نہایت اشتیاق سے انتظار کر رہے تھے ان میں کثرت سے شہری اور صوبائی حکومتوں کے نمائندے، ممبرز آف پارلیمنٹ وزارت خارجہ اور وزارت انصاف کے نمائندے، وزیر خارجہ کا نمائندہ، تین مختلف قریبی کاؤنٹیز کے میئر، دو سابق میئر، سینئر جرنلسٹ، اساتذہ، ٹریڈ یونین لیڈر، سفارتکار اور تقریباً تمام بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندے شامل تھے۔

حضور کی آمد پر تلاوت قرآن کریم اور ترجمہ کے ساتھ تقریب شروع ہوئی۔

سامعین کو سوالات کی دعوت دیتے ہوئے حضور انور نے انتہائی مشفقانہ اور دوستانہ انداز میں گفتگو شروع کی۔ جماعت کے ایڈیشنل امیر مکرم نور احمد تھروس بولستاد نے حضور کے ارشادات کا نارویجین ترجمہ کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں حضور اور سامعین آپس میں گھل مل گئے۔

یہ ایک انتہائی اعلیٰ پایہ کی علمی مجلس تھی۔ حضور انور ناروے کے سوچنے اور سمجھنے والے اعلیٰ ترین دماغوں کے سامنے اسلام کی حقانیت اور دیگر مسائل پر گفتگو فرما رہے تھے۔ ناروے کے اعلیٰ سیاسی اور علمی راہنما اپنے اپنے انداز میں سوالات کر رہے تھے۔ ہر سوال کا جواب اس قدر مؤثر، تسلی بخش اور ہر پہلو کا احاطہ کرنے والا تھا کہ دو گھنٹے تک بغیر کسی وقفہ کے یہ سلسلہ جاری رہا۔ تقریب کے بعد ایک سینئر پارلیمنٹیرین نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہم حضور کے ارشادات کو اس قدر انہماک سے سن رہے تھے کہ ترجمہ کا وقفہ بھی ناگوار گزرتا تھا۔ دل چاہتا تھا حضور مسلسل اپنے زریں افکار ارشاد فرماتے رہیں۔

مختلف سوالات کے جوابات کے دوران حضور انور نے قانون سازی کے ذمہ دار منتخب نمائندوں کو بالخصوص اور دیگر اہل علم کو بالعموم مخاطب کرتے ہوئے توجہ دلائی کہ محض قانون سازی کرنا اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو زیادہ اختیارات دے دینا جرائم اور لاقانونیت کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ حضور انور نے مغربی سوسائٹی کے اس المیہ کا تفصیلی اور بےلاگ تجزیہ پیش کرتے ہوئے ناروے کی راہنمائی کرنے والے ان اہل فکر و دانش کو نصیحت کی کہ جرائم تو انسان کے اندر نفس سے پیدا ہوتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مغربی ممالک بےلگام آزادی کے موجودہ تصور کے سامنے بند باندھیں اور بےلگام خواہشات پیدا کرنے والے وسائل پر نظر رکھیں۔

حضور نے وضاحت سے سمجھایا کہ کسی بالا ہستی یا طاقت کے سامنے جوابدہی کا جو تصور سچے مذہب کا خاصہ ہے اس سے ہرگز نہ بھاگیں۔ یہ آپ کی بقا کا ضامن ہے۔

رشدی کے متعلق ایک سوال کے جواب میں حضور نے انتہائی جرأت سے مغربی دنیا کے اسلام کے بارے میں بغض اور عناد کا ذکر کیا اور اس امر پر دکھ کا اظہار کیا کہ ایک بلین مسلمانوں کے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے بارے میں رکیک اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں کرنے والوں کی غیر معمولی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جبکہ کبھی بھی ایسا نہیں دیکھا گیا کہ خدا تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت مسیحؑ کی توہین کرنے والوں کو اس طرح سر آنکھوں پر بٹھایا گیا ہو۔

حضور انور نے قرآن کریم کے حوالہ سے عبداللہ بن ابی بن سلول کا واقعہ بیان کیا اور بتایا کہ جو اس نے توہین کی اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ردعمل کیا تھا۔ آخر اس کا جنازہ بھی پڑھانے کے لئے تیار ہو گئے اور جب حضرت عمرؓ نے آیت بھی یاد دلائی کہ یہ آپؐ پر اتری ہے تو فرمایا میں ۷۰ سے زیادہ مرتبہ استغفار کر لوں گا۔ فرمایا یہ اسلام ہے، یہ محمدؐ کا نمونہ ہے۔ اس کے علاوہ میں کسی اسلام کو نہیں جانتا لیکن اس پر جو مغربی دنیا نے ردعمل دکھایا ہے وہ بہت تکلیف دہ ہے۔ بجائے اس کے کہ رشدی کی اس ذلیل حرکت سے نفرت کا اظہار کیا جاتا، اس کی حمایت کی گئی اور سب اس کی حمایت کے لئے کھڑے ہوگئے۔ حضور نے فرمایا قرآن تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ بتوں کو بھی برا نہ کہو ورنہ وہ تمہارے خدا کو برا بھلا کہیں گے۔ فرمایا یہ اسلام ہے۔

حضور نے فرمایا اس وقت جب مسز تھیچر پرائم منسٹر تھیں، پریس کانفرنس میں میں نے بتایا تھا کہ جو زبان آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات کے لئے استعمال کی گئی ہے اگر وہ زبان کوئی ممبر اٹھ کر تھیچر کے لئے استعمال کرے تو آپ اسے پارلیمنٹ سے باہر نکال دیں گے۔ مسز تھیچر تو زندہ ہیں وہ خود بھی جواب دے سکتی ہیں لیکن وہ جو ایک ارب سے زیادہ لوگوں کا امام ہے، ان کا آقا و مطاع ہے اور اسے فوت ہوئے چودہ سو سال ہو چکے ہیں وہ خود جواب نہیں دے سکتا اس کے بارے میں ایسے کلمات کہے جائیں تو کیا آپ کا دل یہ گوارا کرتا ہے کہ آپ اس کی حمایت کریں گے اور ایسا کرنے والے کو شاباش دیں گے۔ فرمایا آپ خود اپنے آپ سے اس کا جواب پوچھیں، آپ کو جواب مل جائے گا۔

آخر میں حضور انور نے توجہ اور دلچسپی کے ساتھ اس مجلس میں شرکت پر سامعین کا شکریہ ادا کیا اور اس طرح یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

(رپورٹ: عبدالماجد طاہر)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نورِ سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
منجانب محتاجِ دعا:۔ جماعتِ احمدیہ اُتّر پردیش

BODY GROW GYM
SANTOSH NAGAR
ARROW GYM
CHANDRAN GUTTA
ARROW GYM
تندرستی ہزار نعمت ہے
چیف کوچ۔ محمد عبدالسلیم نیشنل باڈی بلڈر۔ حیدر آباد
وزن کم کرنے۔ بڑھانے۔ موٹاپا دور کرنے کے سلسلہ میں کی جانے والی ایکسرسائز اور خوراک۔ باڈی بلڈنگ کر رہے احباب شیڈول کیلئے باڈی ویٹ ساتھ لکھیں۔ مستورات سلم باڈی کیلئے معلومات حاصل کریں۔ باڈی ویٹ بڑھانے یا کم کرنے کیلئے BODY GROW پاؤڈر دستیاب ہے۔ مکمل معلومات کیلئے اس پتہ پر رابطہ قائم کریں
M . A SALEEM (BODY BUILDER)
H . NO. 18 - 2- 888/10/71. NIMRA COLONY FALAKNUMA
POST - 500253 HYDERABAD (A . P) ☎ 040-219036 INDIA

C.K.
RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR , VANIYAMBALAM
- 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES &
WOODEN FURNITURE
ALAVI

☎ 543105
STAR CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105 / 661, OPP, BLOCK NO - 7 FAHIMABAD COLONY
KANPUR - 1 - PIN 208001

(قسط دوسری)

حقِ ہمسائیگی

پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی

ہمارے قادیان والے گھر کے سامنے ایک چھوٹا سا میدان تھا جس میں ہم لوگ فٹ بال کھیلا کرتے تھے اس زمانہ میں وہ میدان بہت بڑا اور وسیع لگتا تھا۔ جب ۱۹۵۸ء میں جاکر دیکھا تو نہایت چھوٹا سا میدان لگا۔ بہرحال اس میدان کے بائیں کنارے پر چچا عبد اللہ بخاری تھے۔ ان کے دونوں بیٹے طاہر اور طیب ہمارے دوست تھے۔ پچھلے برس طاہر بخاری صاحب سے مدتوں بعد ٹورنٹو میں ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے آپ نے ایک مضمون میں ہمارا ذکر کرکے ہمارے قادیانی ہونے کی تصدیق کردی ہے ورنہ لوگ سمجھتے تھے ہم صرف احمدی ہیں! طیب کے بارہ میں معلوم ہوا لاہور رہتے ہیں مگر ہمارے لئے تو کہیں دور ہی نکل گئے کہ نہ صاحب نہ سلامت! ان کے ماموں ولایت حسین صاحب کے گلاب جامن! سبحان اللہ! اب تک زبان پر ان کا ذائقہ مستحضر ہے۔ نہایت صوفی منش آدمی تھے۔ مٹھائی بناتے ہوئے بھی ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ زبان مسلسل ہلتی رہتی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ کوئی وظیفہ پڑھ کر گلاب جامن بناتے ہیں تبھی تو اتنے لذیذ ہوتے ہیں۔ ان کے بیٹے عنایت اور کرامت ہمارے دوست تھے۔ چھوٹے عزیزی ہدایت اللہ ہادی ہمارے شاگرد رشید ہیں اور آجکل احمدیہ گزٹ کینیڈا کے ایڈیٹر ہیں۔

ذرا ہٹ کر ڈاکٹر مرزا عبدالرؤف صاحب کا مکان تھا۔ ڈاکٹر محلہ بھر کے کیا سارے قادیان کے معالج تھے۔ بھائی جی محمود احمد کی طرح ان کے مریض بھی دور دور سے چل کر آتے تھے اور ایک سستی سی دوائی سے شفایاب ہو جاتے تھے۔ ہم نے ان کو کبھی قیمتی نسخے لکھتے نہیں دیکھا۔ اس زمانہ میں ڈاکٹر خود دوا بناکر دیا کرتے تھے یہ پیٹنٹ دوائیوں والی بدعت ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے علاج بھی سستا تھا اور زود اثر۔ کچھ اللہ تعالیٰ نے قادیان کے ڈاکٹروں کے ہاتھ میں شفا بھی بہت رکھی تھی۔ قادیان سے نکلنے کے بعد بھی جہاں جہاں جاکر بیٹھے وہیں وہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے گرد لوگ پروانوں کی طرح جمع کردیئے۔ ہم نے سرگودھے میں بھائی محمود احمد صاحب مرحوم اور پھر ان کے بیٹے ڈاکٹر حافظ مسعود احمد کے شفا خانہ میں مریضوں کا اژدحام دیکھا ہے۔ اسی طرح ایک بار ہم کیملپور گئے۔ چاچا جی عبدالرؤف کے شفا خانہ میں تِل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں سے بھی عجیب سلوک ہے۔ ہنگاموں کا وقت آئے تو لوگ لوٹتے بھی انہیں کو ہیں اور خود بیمار ہوکر مرنے لگیں تو بھاگتے بھی انہیں کی طرف ہیں۔

اپنے یار سعید احمد خاں رحمانی اور اپنے اُستاد ماسٹر نذیر احمد صاحب رحمانی کا گھر بھی ہمارے ہی محلہ میں تھا۔ ہمیں اگر اُردو ادب کی شُد بُد ہے تو وہ رحمانی صاحب کی جوتیوں کے طفیل ہے۔ رحمانی صاحب نے ادب کی چاٹ لگائی۔ غالب پڑھاتے تو یوں محسوس ہوتا غالب نے ہمارے ہی لئے شعر کہہ رکھا ہے۔ غالب کے شاگرد حالی کے بھی عاشق تھے حالانکہ دونوں کے کلام اور طرزِ کلام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

جب ہم لوگ دارالعلوم میں اپنے نئے مکان میں جا بسے تو نئے ہمسائے ملے۔ کیپٹن اسلم صاحب اور پھوپھی امتہ اللہ! ان سے تعلقات تو پہلے ہی سے تھے اب ان تعلقات میں ہمسائیگی بھی شامل ہوگئی۔ کیپٹن صاحب کے صاحبزادے بھائی جان اکرم قادیان میں ہم سے پیچھے پیچھے رہتے تھے پاکستان میں تو وہ ویسے ہی کراچی جا بسے۔ مگر قادیان کی پُرانی ہمسائیگی کی وجہ سے ہمارا چھوٹا بھائی عزیزم ہادی احمد کیپٹن صاحب کی بیٹی ثروت سے بیاہا گیا۔ کیپٹن صاحب کی ثروت سے بڑی بیٹی شمشاد ابھی پچھلے دنوں بیوگی کے حادثہ سے دوچار ہوئی۔ اس کا میاں ہمارا دوست افتخار دل کا مریض تو تھا مگر بھرپور زندگی گذار رہا تھا۔ اپنے کسی کارخانہ کی کارکردگی دیکھنے کے بعدون گیا ہُوا تھا کہ موت نے آلیا۔ دیکھتے دیکھتے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ شمشاد بیچاری کینیڈا اپنی بیٹی کے پاس تھی میاں کا چہرہ بھی نہ دیکھ سکی۔ ہم نے تعزیت کا خط لکھا تو اس کا اُداس چہرہ آنکھوں کے سامنے پھرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اسے صبرِ جمیل سے نوازے۔ آمین

ہم نے قادیان کے ہمسایوں کا ذکر ہی اپنی بہن صالحہ کے ذکر سے شروع کیا تھا اب ختم بھی اسی کے ذکر پر کر رہے ہیں۔ صالحہ کے دو چچا راہِ مولا میں شہید ہوئے۔ اس کا ایک سوتیلا بیٹا بھی شہادت کے رتبہ پر فائز ہُوا۔ اب بیوگی کے حادثہ سے دوچار ہونے کے بعد یہ خود بھی ملک چھوڑ کر حضور کے قدموں میں لندن آ بیٹھی ہے۔ اس کا داماد ڈاکٹر مومن افریقہ کے کسی ملک میں خدمت کر رہا ہے۔ ہاں صالحہ سے بڑی آپا رشیدہ کا ذکر تو رہا ہی جاتا ہے۔ آپ مولانا البشارت احمد بشیر سے بیاہی گئیں اور ساری عمر واقفِ زندگی شوہر کی خدمت میں بسر کی۔ اب وہ بھی بیچاری بیوہ ہوگئی ہیں۔ ان کی ایرانی ماں جسے ہم سب ماما کہتے ہیں وہ اور ان کی اولاد بھی ہمارے ساتھ محبت سے پیش آتے ہیں۔ ہدایت تو ہمارا دوست رہا مسعود منصور ہمارے شاگرد ہوئے۔ ڈاکٹر ناہید تو بیاہ کر امریکہ گئیں اور وہیں کی ہوکر رہ گئیں۔

ربوہ کے ہمسایوں کا ذکر شروع کریں تو سب سے پہلے ہمسائے تو قاری محمد امین صاحب بنے۔ ان کے ساتھ والے مکان میں قادیان کے ہمسائے مولانا محمد یعقوب طاہر آکر بسے۔ ان سے آگے چوہدری اسد اللہ خان صاحب کے صاحبزادے چوہدری اعجاز نصر اللہ خاں تھے جو اس وقت امورِ عامہ کے معاون ناظر تھے۔ سامنے بھائی محمد عالم صاحب تھے جو حضور کے باڈی گارڈ تھے۔ کچے مکانوں میں ہم سب لوگ ایک گلی میں تھے۔ مولوی قمرالدین صاحب پچھلی گلی میں تھے۔ مولوی صاحب محلہ کی مسجد میں امام الصلوٰۃ تھے۔ مولوی صاحب بہت تیز چلتے تھے اتنا تیز کہ بعض اوقات ان کے ساتھ چلنا ہم جیسے "جوانوں" کے لئے بھی مشکل ہوجاتا تھا۔ ان کے صاحبزادے منیرالدین ابھی پچھلے دنوں لندن میں ملے اور اس بے تکلفی سے ہم دونوں ملے اور باتیں کیں کہ قبلہ ناہید صاحب جو ہمارے ساتھ کی کرسی پر بیٹھے تھے پریشان ہوگئے۔ فرمانے لگے آپ لوگوں نے اپنے بچپن کو بہت طول دے رکھا ہے۔ ہم نے کہا نہیں۔ بچپن تو گیا۔ البتہ بچپنہ نہیں گیا! ناہید صاحب بہت محظوظ ہوئے۔

پھر جب ہم لوگ دارالرحمت وسطی میں آگئے تو پہلا پڑوس حضرت پیر مظہرالحق صاحب کا تھا۔ پیر صاحب پیر منظور محمد صاحب موجد یسرنا القرآن کے بھائی پیر افتخار احمد صاحب کے صاحبزادے تھے۔ پیر صاحب کتابت کی ایک سیاہی بناتے تھے "مظہر سیاہی کتابت" اور وہ سیاہی دور دور جاتی تھی۔ جب وہ سیاہی تیار کرتے تو اس کی بو بھی دور دور پھیلتی تھی۔ پیر صاحب نہایت بزرگ آدمی تھے۔ ہم نے انہیں کبھی ذکرِ الٰہی سے خالی نہیں دیکھا۔ خالہ مریم ان کی بیگم ہمارے ساتھ اپنے بچوں کی طرح پیار کرتی تھیں۔ پیر صاحب کے صاحبزادے مبارک پیر مبارک کے نام سے مشہور اور مون لائٹ جنرل سٹور کے مالک تھے۔ سکول کے بچوں میں ان کی دکان خاص طور سے مقبول تھی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے محروم رکھا تھا اس لئے بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ جوانی ہی میں ایک حادثہ میں شہید ہوگئے۔ ان کی بیوہ منصورہ جو ہمیں بہنوں کی طرح عزیز تھیں ہمارے گھر کا ایک فرد ہی سمجھی جاتی رہیں۔ اب خدا جانے کس حال میں ہیں۔ بریگیڈیئر اقبال احمد شمیم صاحب سے ہمسائیگی اسی منصورہ سے شادی کے بعد شروع ہوئی۔ اب بچارے بریگیڈیئر صاحب بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔

ہمارے سامنے حضرت مولوی محمد دین صاحب رہتے تھے اب ان کی اولاد وہاں آباد ہے۔ حضرت مولوی محمد دین صاحب سلسلہ کے نہایت مخلص اور پُرانے خادموں میں سے تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کے صدر کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے مگر ان کے رہن سہن یا ان کے چہرے بشرے سے کبھی اس چیز کا اظہار نہیں ہوتا تھا کہ وہ ایسے عظیم الشان عہدے پر فائز ہیں۔ نہایت ملنسار نہایت خاموش۔ دفتر میں بھی سارا دن برآمدہ میں بیٹھے دعائیں پڑھتے رہتے تھے۔ ہمارے اباّ ربوہ میں ہوتے تو اپنی جیپ میں ان کو دفتر لے جاتے واپس لاتے تھے ورنہ ایک ٹانگہ مولوی صاحب کو لینے کے لئے آتا تھا اسی میں آتے جاتے تھے۔ ان کی آخری بیماری میں کچھ تھوڑی بہت خدمت کی توفیق بھی ملی مگر نہ ہونے کے برابر دراصل مولوی صاحب کسی کو خدمت کا موقعہ دیتے ہی نہیں تھے۔ مولوی صاحب جیسا متوکل انسان بھی کم ہی دیکھا۔ اپنی ذاتی ضرریات کو آپ نے نہایت محدود کر رکھا تھا مگر دوسروں کی مدد پر مستعد رہتے تھے۔ ایک بار یوں ہوا کہ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت بہت خراب ہوگئی۔ ڈاکٹروں نے یہی جانا شاید آخری وقت آگیا ہے۔ اس لئے ان کے لواحقین کو بلا لینا چاہیئے۔ ان کی صاحبزادی لائلپور میں تھیں وہاں ان کے میاں شاید ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر تھے۔ ہمیں بھیجا گیا کہ آپا آمنہ کو بُلا کر لے آئیں۔ وہ ہمارے ساتھ ہی ربوہ آئیں اور ابا کی خدمت کی۔ مولوی صاحب کچھ دنوں میں ٹھیک ہوگئے اور اس کے بعد اللہ کے فضل سے تیس برس زندہ رہے۔ آخری وقت آیا تو نہایت خاموشی سے اللہ کے حضور حاضر ہوگئے۔

ذرا مشرق کی طرف چلیں تو دائیں جانب العمر نام کی کوٹھی ہے۔ اس کوٹھی والے بھائی منظور ہم پر بہت مہربان رہے۔ ان کے چھوٹے بھائی عزیزم مبارک احمد عابد ہمارے چہیتے شاگرد تھے اور ہیں۔ ان کے صاحبزادے ڈاکٹر منور احمد جو سائنس کے کسی میدان میں پی ایچ ڈی ہیں اور امریکہ میں رہتے ہیں ہمارے شاگرد ہیں۔ آگے بائیں ہاتھ پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد کا مکان ہے۔ خالد صاحب ہمارے اُستاد ہیں۔ مگر ان کے صاحبزادوں ناصر سے دوستی اور منور شمیم خالد سے کالج کی رفاقت رہی۔ خالد صاحب کے دو صاحبزادے ہمارے شاگرد بھی ہوئے اس طرح اپنے اُستاد زادوں کو پڑھانے کا شرف بھی ہم نے حاصل کیا۔ خالد صاحب کے مکان سے پہلے شیخ مبارک احمد صاحب کا مکان درمیان میں یوں پڑتا تھا جیسے مقطع میں سخن گسترانہ بات آپڑتی ہے۔ شیخ صاحب ابتداء ہی میں یہ مکان چھوڑ چھاڑ کر لندن جا بسے۔ اس لئے ان سے شناسائی کا یہ سلسلہ ہوا کہ عزیزی عبدالخالق نے ہمیں اور چوہدری محمد علی صاحب کو کھانے پر بلا رکھا تھا۔ ایک صاحب مہمانوں کو لے کر ہمارے پاس سے روانہ ہوئے اور ہمیں لفٹ تک نہ دی۔ جب ہم عبدالخالق کے ہاں پہنچے تو معلوم ہُوا کہ شیخ مبارک احمد صاحب کے ذمہ ہمیں لانا بھی تھا لیکن وہ ہمیں اور ہم انہیں پہچانتے ہی نہ تھے۔ ایسی ہمسائیگی کا بھلا کیا ذکر اذکار ہم کرتے مگر اب تو وہ عزیزی عبدالخالق کے خسر نکل پڑے ہیں تو ہم بھی اپنی ہمسائیگی کا حق جتا رہے ہیں۔

ذرا آگے بائیں ہاتھ چچا عبدالرحیم دیانت کے مکان سے آگے حضرت ماسٹر عطا محمد صاحب رہتے تھے اور غالباً اکیلے ہی رہتے تھے کیونکہ ان کے صاحبزادے مولانا نسیم سیفی صاحب تو افریقہ کے کسی ملک میں بسلسلہ تبلیغ قیام فرما تھے۔ پھر سیفی صاحب تشریف لائے تو اسی مکان میں قیام فرمایا۔ سیفی صاحب کا بیٹا ظفر اقبال ہمارا ہم عمر ہے مگر کچھ ہی دنوں بعد وہ کراچی بھاگ گیا اور سیفی صاحب اسی اقبال کے ناطے ابوالاقبال کے نام سے دھڑا دھڑ قطعات لکھتے چلے جا رہے ہیں۔ اللھم زد فزد!

سیفی صاحب سے عمر کے تفاوت کے باوجود دوستی اس وجہ سے ہے کہ ہمارے درمیان ادبی ذوق کی قدر مشترک موجود ہے۔ ہم بسا اوقات ملتے ہیں تو ایسی بے تکلفی سے ملتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے۔ مگر ہمارے ساتھ یہ معاملہ یوں ہی چلا جا رہا ہے۔ تنویر صاحب مرحوم کے ساتھ بھی ہماری بہت دوستی تھی حالانکہ ہماری عمروں میں بہت تفاوت تھا۔ اتنا تفاوت کہ پچھلے دنوں تنویر صاحب کی بیٹی فرحت ذاکر جو ہمیں اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز ہے ہم سے پوچھنے لگی کہ عمروں میں اتنا تفاوت ہونے کے باوجود ابا آپ کا ذکر یوں کیا کرتے تھے گویا آپ ہم عمر بے تکلف دوست ہیں۔ پھر کہنے لگی: بھلا آپ کی عمر کیا رہی ہوگی؟ ہم نے اس کی بات ٹالتے ہوئے کہا بیٹی صرف اتنا ہی کافی ہے کہ تم ہماری آنکھوں کے سامنے پیدا ہوئی پلی اور بڑھی اور اب ماشاء اللہ گھر بار والی ہو! میجر محمود احمد صاحب حضرت صاحب کی حفاظت کی خدمت پر مامور ہیں) فرحت بیٹی کو ہماری خدمت پر بیٹیوں کی طرح مستعد دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور پوچھنے لگے: "فرحت واکر آپ کی کیا لگتی ہیں"؟ ہم نے کہا "بیٹی" کہنے لگے مگر وہ تو تنویر صاحب کی بیٹی ہیں۔ ہم نے کہا ہاں مگر ہم اپنے کو تنویر صاحب سے جُدا نہیں سمجھتے۔

دراصل ہمارے دوستوں میں بزرگ دوستوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ ادبی ذوق ہے۔ یہ ایک ایسا ذوق ہے جو عمروں کا تفاوت بھلا دیتا ہے۔ کئی بار ایسا ہُوا کہ تنویر صاحب ہمارے ہاں تشریف لائے اور کہا یار یہ غزل ہوگئی ہے سنو! عبدالسلام اختر تو اکثر تشریف لاتے تھے۔ پروفیسر نصیر احمد خاں، اُستاد کے مرتبہ پر ہونے کے باوجود کئی بار ہمارے ہاں آ دروازہ کھٹکھٹاتے تھے۔ یا ہمیں یاد فرما لیتے تھے۔ ادبی ذوق انسانوں کے درمیان دوریاں ختم کرتا اور فاصلے مٹاتا ہے۔ اسی لئے اہلِ ذوق کے بارہ میں یہی کہا جاتا ہے کہ وہ تعصب سے مبرا ہوتے ہیں۔ (باقی ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۱۱ پر)

مجلس انصار اللہ جرمنی کے ایک فعال کارکن

محترم سید اعجاز شاہ صاحب کی وفات حسرت آیات

سلسلہ احمدیہ کے ایک دیرینہ خادم اور ہردلعزیز مخلص دوست محترم سید اعجاز احمد شاہ صاحب سابق انسپکٹر بیت المال صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۹۵ کو یونی کلینک گیزن (جرمنی) میں بعمر ۷۲ سال وفات پاگئے ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون مرحوم کی چند روز پہلے دماغ کی شریان پھٹ گئی تھی جس کے بعد سے وہ مسلسل بے ہوش تھے اور انتہائی نگہداشت کی وارڈ میں زیر علاج رہے ۔ اگلے روز ۱۵ جولائی کی صبح مسجد نور فرانکفورٹ کے احاطہ میں مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب مشنری انچارج جرمنی نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ جس میں کثیر تعداد میں احباب جماعت شریک ہوئے ۔ اسی روز آپ کی میت بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان لیجائی گئی ۔ جہاں پہلے حافظ آباد (جہاں پر آپ قیام پاکستان کے بعد سے مقیم تھے) میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی ۔ یہاں علاقہ بھر سے غیراز جماعت دوستوں نے بھی شرکت کی ۔ بعد ازاں آپ کی میت ربوہ پہنچائی گئی ۔ یہاں مسجد مبارک میں محترم چوہدری مبارک مصلح الدین وکیل المال ثانی تحریک جدید نے مورخہ ۱۶ جولائی کو نماز مغرب کے بعد نماز جنازہ پڑھائی بعد میں موصی ہونے کی حیثیت سے آپ کی تدفین مقبرہ بہشتی ربوہ میں عمل میں آئی ۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی از راہ شفقت لندن میں مرحوم کی نماز جنازہ غائب پڑھائی ، الحمد للہ ۔

مرحوم نے بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور تین بیٹیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں ۔ ان میں سے دو بیٹوں کے سوا سبھی شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں اسی طرح ایک بیٹی کے سوا سبھی بیرون پاکستان مختلف ممالک میں مقیم ہیں

مرحوم کے حالات زندگی

شاہ صاحب مرحوم ۲۳ ستمبر ۱۹۲۳ کو رجاولی تحصیل و ضلع انبالہ میں محترم پیرجی سید علی احمد صاحب کے ہاں تولد ہوئے ۔ آپ کے والد محترم خانقاہ حضرت سید محمد پناہ واقع رجاولی کے متولی اورر سجادہ نشین تھے ۔ مگر ۱۹۰۷ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے بعد سجادہ نشینی سے دستبردار ہوگئے تھے ۔ آپ نے اس عظیم مریدی کی خاطر پیری کے بہت بڑے ظاہری منفعت والے سلسلہ کو تیاگ دیا اور در مہدی پر دھونی رما کر بیٹھ گئے تھے ۔ آپ کی والدہ محترمہ لطیف النساء صاحبہ بھی صحابیہ حضرت مسیح موعود تھیں ، اور ۱۹۳۹ میں تیار ہونے والے لوائے احمدیت کا سوت چرخہ پر کاتنے کا شرف بھی انہیں حاصل ہوا ۔ آپ کے والدین نے قادیان میں ایک مکان تعمیر کرلیا تھا تاکہ بچوں کی خالص دینی اور علمی ماحول میں تربیت ہو سکے ۔ چنانچہ سید اعجاز احمد شاہ صاحب کی تعلیم و تربیت بھی قادیان میں ہوئی اور آپ نے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں دسویں تک تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۳ سے آپ نے باقاعدہ طور پر سلسلہ کی خدمات کا آغاز حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے دفتر میں بطور کلرک کیا پھر کچھ عرصہ اخبار الفضل کے دفتر میں اور نظارت تعلیم میں خدمات سرانجام دیں ۔ اور بالاخر ۱۳ مئی ۱۹۴۶ کو نظارت بیت المال قادیان کے ساتھ منسلک ہوگئے جہاں آپ نے بطور انسپکٹر بیت المال ایک لمبا عرصہ سلسلہ کی نہایت شاندار خدمت کی توفیق پائی اور ۲۳ ستمبر ۱۹۸۳ کو (بعمر ۶۰ سال) آپ کی ریٹائرمنٹ ہوئی تو بھی آپ کو فارغ نہیں کیا گیا بلکہ آپ کی مدت ملازمت میں توسیع کردی گئی پھر یہ سلسلہ چھ سال تک جاری رہا یہاں تک کہ ۸ دسمبر ۱۹۸۹ کو بوجہ خرابی صحت آپ کی درخواست پر اس خدمت سے آپ کو پورے اعزاز کے ساتھ سبکدوش کردیا گیا ۔ الحمدللہ ۔

سید اعجاز شاہ صاحب نے اپنے اس عرصہ خدمت میں گورداسپور اور جالندھر سمیت پاکستان کے قریباً سبھی اضلاع میں خدمات سرانجام دیں ، یہی وجہ تھی کہ آپ کا پاکستان کی جماعتوں میں ایک وسیع حلقہ احباب پیدا ہو چکا تھا ۔

صدر انجمن احمدیہ کی باقاعدہ ملازمت سے فراغت کے بعد آپ جولائی ۱۹۹۰ میں اپنے بیٹوں کے پاس جرمنی تشریف لے آئے اور یہاں مجلس انصاراللہ کے آڈیٹر اور قائد تعلیم و تربیت کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے ۔ آپ فرانکفورٹ (جرمنی) کے قریب ہی ORTENBERG مقام پر اپنے بیٹے کے پاس رہتے تھے اور اس جماعت کے صدر بھی آپ ہی تھے ۔ جماعت احمدیہ جرمنی اور خصوصاً فرانکفورٹ ریجن میں جماعتی یا کسی ذیلی تنظیم میں جو بھی تقریب ہوتی اس کی روح رواں آپ ہوتے اور بھاگ بھاگ کر انتظامات میں اپنا حصہ بٹاتے ہوئے نظر آتے آپ کی یہ خوبی بچپن سے ہی آپ کو ودیعت تھی یہی وجہ تھی کہ پیارے آقا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جن کا آپ کو ہم جماعت ہونے کا شرف بھی حاصل تھا آپ کو پیار سے ہوائی جہاز کہا کرتے تھے

محترم شاہ صاحب مرحوم کی شادی سابق امیر جماعت حافظ آباد محترم قاضی ضیاء اللہ صاحب کی بڑی بیٹی سے ۱۹۵۳ میں ہوئی ۔ اولاً انہیں اولاد کے فوت ہو جانے کے صدمات دیکھنے پڑے مگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور صحت و عمر والی اولاد سے آپ کو نوازا جو اپنے والد کی طرح سلسلہ کی فدائی اور جانثار ہے ۔ اللہ انہیں خدمت سلسلہ کی راہ میں ہمیشہ گامزن رکھے ۔ آمین

آخری علالت اور وفات:

مرحوم شاہ صاحب کو کچھ عرصہ سے اپنے آخری وقت کا اندازہ ہونے لگا تھا ، چنانچہ آپ نے گذشتہ چند مہینوں میں متعدد خطوط میں اپنے اعزہ و احباب کو اپنی مغفرت اور انجام بخیر ہونے کے لئے خصوصیت کے ساتھ لکھا اور بار بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ خدمت دین کرتے ہوئے میری روح اپنے مولا کے حضور حاضر ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کو بعینہٖ پورا فرمایا اور وہ اس طرح کہ مجلس انصاراللہ کے ایک تبلیغی اور تربیتی دورہ کے بعد کولون سے واپسی پر جماعت احمدیہ جرمنی کے مرکزی دفتر بیت المقیت فرانکفورٹ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ آپ کو بلڈ پریشر کا شدید حملہ ہوا اولاً تو بیماری کی نوعیت سمجھ نہ آسکی تاہم فوری طور پر آپ کے گھر کے قریب ایک ہسپتال میں پہنچایا گیا جہاں سے ابتدائی طبی امداد کے بعد ڈاکٹرز نے انتہائی نازک صورتحال کے پیش نظر بذریعہ ہیلی کاپٹر آپ کو اسی وقت UNI KLINIK GIESSEN کے دماغی امراض کے انتہائی نگہداشت وارڈ میں پہنچا دیا ۔ جہاں آپ تین روز تک زیر علاج رہے اور بالاخر جمعۃ المبارک کی صبح اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے

ارشاد نبوی

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ

(دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے)

(منجانب)

رکن جماعت احمدیہ بمبئی

طالبان دعا :

آٹو ٹریڈرز

AUTO TRADERS

16 بینٹنگ کلکتہ ۔ 700001

فون نمبرز :

2430794 · 2481652 · 248522

طالب دعا :۔ محبوب عالم ابن محترم حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم

M/S NISHA LEATHER

SPECIALIST IN LEATHER BELTS , LEATHER LADIES AND GENTS BAG , JACKETS , WALLETS ETC.

19 A. JAWAHAR LAL NEHRU ROAD

CALCUTTA - 700081 ☎ 2457153

PRIME AUTO PARTS

HOUSE OF GENUINE SPARES

AMBASSADOR & MARUTI

P, 48 PRINCEP STREET

CALCUTTA - 700072 ☎ 26-3287

NEVER BEFORE

THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SOLIGHT

GUARANTED PRODUCT

Soniky

HAWAI

A TREAT FOR YOUR FEET

NEW INDIA RUBBER WORKS (P.) LTD

34 , A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA - 15

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ

شریف جیولرز

پروپرائیٹر ۔ حنیف احمد کامران ۔ حاجی شریف احمد

اقصیٰ روڈ ۔ ربوہ ۔ پاکستان ۔ فون 649_04524

مجالس انصار اللہ بھارت کا انیسواں کامیاب سالانہ اجتماع

بھارت کی ۲۲ مجالس کے ۲۴۰ نمائندگان کی شمولیت

مجلس انصار اللہ بھارت کا دو روزہ سالانہ اجتماع ۱۶ ر ۱۷ ر اکتوبر کو مدرسہ احمدیہ قادیان میں انعقاد پذیر ہوا فالحمد للہ

اجتماع سے قبل محترم حکیم محمد دین صاحب صدر مجلس انصار اللہ بھارت نے اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل فرمائی جس کے صدر محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان تھے موصوف نے اجتماع کے پروگرام احسن رنگ میں انجام دینے کے لئے الگ الگ شعبے قائم کر کے منتظم و نائب منتظم مقرر فرمائے جنہوں نے اپنے مفوضہ امور کو خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

اجتماع گاہ کو بینروں سے سجایا گیا تھا۔ لاؤڈ سپیکر اور بجلی کا معقول انتظام تھا شعبہ نشر و اشاعت کے تعاون سے M.T.A کی ٹیم نے اجتماع کے جملہ پروگراموں کو ریکارڈ کیا دوران اجتماع مقامی مجلس انصار اللہ کے اراکین نے بھرپور تعاون دیا فجزاھم اللہ

۱۶ ر اکتوبر کو اس بابرکت اجتماع کا آغاز نماز تہجد سے ہوا نماز فجر کے بعد مکرم مولوی منیر احمد صاحب خادم نے قرآن مجید، مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد نائب صدر مجلس انصار اللہ نے حدیث، مکرم مولوی محمد یوسف صاحب انور نے ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا درس دیا بعد ازاں مزار مبارک بہشتی مقبرہ پر انصار اللہ کی اجتماعی دعا ہوئی

افتتاحی تقریب

ٹھیک نو بجے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان کی زیر صدارت افتتاحی اجلاس شروع ہوا۔ مکرم محمد انعام صاحب ذاکر کی تلاوت قرآن پاک کے بعد مکرم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے مجلس کا عہد دہرایا اور محترم صاحبزادہ صاحب نے لوائے انصار اللہ لہرایا۔ مکرم محبوب احمد صاحب امروہی کی نظم خوانی کے بعد مکرم مولوی محمد یوسف صاحب انور نے قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے چند اشعار پڑھ کر سنائے بعدہ محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے حضور انور ایدہ اللہ کے چند ارشادات پڑھ کر سنائے پھر مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی محترم صدر جلسہ نے افتتاحی خطاب میں انصار بھائیوں کو قرآن مجید کی روشنی میں انکی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے دعوت الی اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دی اور دعا کرائی

دوسرا اجلاس:

اس روز دوسرا اجلاس مکرم صدر صاحب مجلس انصار اللہ بھارت کی زیر صدارت ہوا جس میں مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری ناظر دعوت و تبلیغ نے بعنوان سیرت آنحضرت صلعم مکرم مولوی محمد عمر علی صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان نے بعنوان ذکر حبیب تربیت اولاد تقریر کی اور مکرم ماسٹر مشرق علی صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ بنگال و آسام نے ایمان افروز واقعات سنائے اسکے ساتھ یہ اجلاس ختم ہوا

نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد جملہ اراکین مجلس انصار اللہ و مہمانان کرام نے دوپہر کا کھانا مدرسہ احمدیہ کے ہال میں اجتماعی طور پر تناول کیا

تیسرا اجلاس:۔ اسی روز ٹھیک اڑھائی بجے تیسرا اجلاس زیر صدارت مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ بھارت منعقد ہوا مکرم مولوی مظفر احمد صاحب فضل کی تلاوت اور مکرم مولوی عبد الکریم صاحب ملکانہ کی نظم خوانی کے بعد مجلس مذاکرہ ہوئی جس میں صدر اجلاس کے علاوہ مجیب حضرات مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی وکیل اعلیٰ تحریک جدید، مکرم مولوی محمد ایوب ساجد صاحب ایڈیشنل ناظم وقف جدید بیرون، مکرم چوہدری بدر الدین صاحب عامل تھے۔ دعوت الی اللہ کے متعلق مختلف موضوعات پر موثر رنگ میں روشنی ڈالی چار بجے یہ اجلاس ختم ہوا۔

مقابلہ حسن قرات و نظم خوانی کے علاوہ اس روز احمدیہ گراؤنڈ میں انصار کے مابین مختلف ورزشی و تفریحی مقابلہ جات ہوئے۔ نماز مغرب و عشاء کے بعد اجتماع گاہ میں تقریباً ۷ بجے مجلس شوریٰ مجلس انصار اللہ بھارت منعقد ہوئی جس میں نمائندگان نے شمولیت کی اس اجلاس میں بجٹ کے علاوہ دیگر امور پر بھی غور و خوض کیا گیا دعا کے ساتھ یہ اجلاس برخاست ہوا۔

دوسرا روز

مورخہ ۱۷ ر اکتوبر کو نماز تہجد با جماعت ادا کی گئی نماز فجر کے بعد مکرم مولوی عبد المومن صاحب راشد نے قرآن مجید، مکرم مولوی سعادت احمد صاحب جاوید نے حدیث، مکرم سید شہامت علی صاحب نے ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ کا درس دیا بعدہ بہشتی مقبرہ میں مزار مبارک پر اجتماعی دعا کی گئی۔

پہلا اجلاس نو بجے زیر صدارت مکرم حافظ صالح محمد الہ دین صاحب منعقد ہوا مکرم عبد الحنان صاحب کی تلاوت اور مکرم سید عبد النقی صاحب کی نظم کے بعد مکرم بدر الدین صاحب عامل نے بعنوان "سیرت حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب تقریر کی اس کے بعد نمائندگان مکرم عبد الجلیل صاحب، مکرم عبد العظیم صاحب، مکرم گوجر دین صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا بعدہ مکرم محمود احمد صاحب مبشر درویش قادیان نے اپنی ایک نظم پڑھ کر سنائی۔ اسی روز مقابلہ مشاہدہ و معائنہ اور اطفال الاحمدیہ کا علمی مقابلہ ہوا

اسی روز ۱۱ بجے جالندھر دور درشن کی کیمرہ ٹیم اجتماع گاہ میں کوریج کے لئے پہنچی اور اجتماع کی کوریج کے علاوہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ اور محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب صدر مجلس انصار اللہ بھارت کا انٹرویو بھی لیا۔ اور شام ۷ بجے پنجابی خبروں میں اجتماع انصار اللہ کی خبر اور جھلکیاں پیش کی گئیں۔ اگلے روز اخبار ہند سماچار جالندھر میں بھی اجتماع کی خبر شائع ہوئی۔ الحمد للہ

مقابلہ تقریر مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی وکیل اعلیٰ تحریک جدید کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں انصار بھائیوں نے مختلف عناوین کے تحت حصّہ لیا نماز ظہر و عصر کے بعد جملہ انصار اور مہمانان کرام نے اجتماعی طور پر کھانا تناول فرمایا۔

اڑھائی بجے چوتھا اجلاس زیر صدارت مکرم عبد الجلیل صاحب امیر جماعت احمدیہ کرونا گپلی کیرلہ منعقد ہوا مکرم عبد الکریم صاحب ملکانہ کی تلاوت اور مکرم منصور احمد صاحب کی نظم خوانی کے بعد مکرم صدر صاحب مجلس انصار اللہ بھارت نے بعض ضروری امور کی طرف توجہ دلائی بعدہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ایک V.D.O کیسٹ سوال و جواب دکھائی گئی۔

ساڑھے ۴ بجے انصار کے ورزشی مقابلے اور خدام و انصار کے مابین ایک والی بال شو میچ ہوا۔

اختتامی تقریب اور تقسیم انعامات۔

یہ تقریب نماز مغرب و عشا کے بعد شام ۷ بجے زیر صدارت محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان منعقد ہوئی مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب، درویش کی تلاوت کلام پاک کے بعد محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے عہد دہرایا پھر مکرم عبد العزیز صاحب آف چنتہ کنٹہ نے نظم سنائی بعدہ مکرم و محترم صاحبزادہ صاحب نے انعامات تقسیم کئے اور مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد صدر اجتماع کمیٹی نے احباب کا شکریہ ادا کیا۔ علمی مقابلہ جات اور ورزشی مقابلہ جات میں پوزیشن لینے والے انصار بھائیوں کے ساتھ ساتھ حسن کارکردگی میں بھارت کی مجالس میں اول۔ دوم سوم آنے والی مجالس چنتہ کنٹہ۔ قادیان اور حیدر آباد کو بھی ٹرافیاں دی گئیں۔ نیز بعض مجالس اور افراد کو بھی انعامات دئیے گئے۔

آخر میں صدر اجلاس نے اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لانے خلیفۂ وقت کے ہر حکم کی اطاعت اور ضروری امور کی طرف توجہ دلا کر اجتماعی دعا کرائی۔ اسکے ساتھ ہی اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

رات کے کھانے کے بعد مسجد اقصیٰ میں پھر حضور انور کی سوال و جواب، کی بقیہ کیسٹ دکھائی گئی۔ دوران اجتماع ایک بک سٹال بھی لگایا گیا کافی تعداد میں کتب فروخت ہوئیں انصار بھائیوں نے پورے جوش و خروش کے ساتھ جملہ پروگراموں میں حصّہ لیا۔ اللہ کے فضل سے اجتماع نہایت خوش اسلوبی سے ختم ہوا اجتماع کے بہترین نتائج ظاہر ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔

(منجانب شعبہ رپورٹنگ مجلس انصار اللہ)

سیدنا حضرت امیر المومنین کا مکتوب گرامی

محترم صدر محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ بھارت کے نام

لندن
۱۰.۱۱.۹۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیارے مکرم حکیم محمد الدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی فیکس ملی۔ الحمد للہ کہ آپ اجتماع انصار اللہ کے انعقاد کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کو ہر پہلو سے بابرکت فرمائے اور انصار اللہ نئے جوش، جذبہ اور ایمان کو لیکر واپس لوٹیں۔ میرے خطبات میں میرا پیغام ہے۔ حالات کا تقاضہ ہے کہ ہر احمدی اپنے آپ کو تبلیغ کے مقدس میدان میں جھونک دے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خدا تعالےٰ کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو نبھائے تاکہ خدا کا نور اور پیغام پوری آب و تاب سے چمکے اور دنیا کو بقعۂ نور بنا دے۔ تمام انصار کو محبت بھرا سلام۔

والسلام
خاکسار
دستخط (مرزا طاہر احمد)
خلیفۃ المسیح الرابع

ناصر آباد کشمیر میں درخت احمدیت کی شاخ

کب؟ اور کیسے؟؟

ناصر آباد (کشمیر) میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بُنیاد کس نے ڈالی ہے اس بارہ میں خاکسار اپنے مرحوم چاچا مکرم عبدالغنی صاحب ون ابن مکرم و محترم غلام محمد صاحب ون ساکن کنی پورہ (حال ناصر آباد) کی ایک روایت بیان کرتا ہے:

مکرم موصوف فرماتے تھے کہ ان کے والد مرحوم مکرم غلام محمد صاحب ون اپنے گاؤں (کنی پورہ) میں اس وقت کے عالم شاعر اور بزرگ تھے خود وہ اور ان کی اہلیہ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے گاؤں میں امام الصلوٰۃ بھی تھے اُن کے یعنی مرحوم محمد ون صاحب کے گاؤں کے ایک قریبی دوست شورت کے ایک بزرگ مولوی قطب الدین صاحب سے دوستی کے تعلقات تھے جنہوں نے موضع یاری پورہ کے مکرم ولی محمد صاحب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "براھین احمدیہ" اور جماعت کا دوسرا لٹریچر پڑھا تھا اور پھر احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کی تھی اور اب اپنے دوست محمد ون صاحب کو بھی دعوت دی تھی چونکہ دونوں علماء اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نازل ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے لہذا مکرم محمد ون صاحب مرحوم نے یہ کتاب یا اسس قسم کا دوسرا لٹریچر پڑھنے سے انکار کر دیا تھا اور کہا کہ میں عدیم الفرصت ہوں کیونکہ ان ایام میں علاقہ ہذا میں صرف محمد ون صاحب ہی سلائی مشین پر درزی کا کام کرتے تھے۔ مرحوم چاچا صاحب کہتے تھے کہ اس پر مکرم مولوی قطب الدین صاحب نے دُعا کی کہ ان کے دوست محمد ون صاحب کو یہ کتاب پڑھنے کی توفیق ملے ایک مرتبہ محمد ون صاحب کو کام کے دوران سلائی مشین کی سُوئی ہاتھ میں چُبھ گئی جس کی وجہ سے وہ کچھ عرصہ تک کام نہ کر سکے اس دوران انہوں نے مذکورہ کتاب کا بغور مطالعہ کیا اور بفضلہ تعالیٰ ان پر صداقت احمدیت واضح ہو گئی۔ ان دنوں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہو چکا تھا اور حضرت حکیم الاُمّت الحاج مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل مسندِ خلافت پر متمکن تھے۔ مرحوم ون صاحب نے احمدیت کو قبول کر لیا تھا اور مسجد میں کچھ روز نہیں گئے اس پر گاؤں کے دیگر بزرگان ان کے گھر دریافت کرنے آئے کہ ماجرا کیا ہے۔ مرحوم ون صاحب نے ان لوگوں سے بلا توقف حقیقت بیان کی کہ جس عیسیٰ کا ہم لوگ انتظار کر رہے تھے وہ قادیان میں نازل ہوا ہے اور مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے لہذا میں نے احمدیت کو قبول کر لیا ہے اور پرانا اعتقاد چھوڑ دیا ہے اور جو لوگ اس امام مہدی اور مسیح موعود کے منکر ہیں میری نماز ان کے پیچھے نہیں ہو سکتی لہذا میں نے فتنہ سے ڈرتے ہوئے مسجد آنا چھوڑ دیا اور گھر پر ہی نماز پڑھتا ہوں

گاؤں کے لوگوں کو آپ پر ایسا یقین و ایمان تھا کہ انہوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ جب آپ نے حقیقت پالی ہے تو ہم بھی آپ کے ساتھ احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہوتے ہیں اس طرح ایک اجتماعی بیعت ہوئی ہے اور مکرم موصوف نے ایک پوسٹ کارڈ قادیان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں تحریر کیا اس پر چاچا کہتے تھے کہ حضرت خلیفہ اوّل نے ایک خطبہ جمعہ میں اس اجتماعی بیعت کا اعلان کرتے وقت سورہ اذا جاء نصر اللہ کی تلاوت کر کے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور جماعت کے لئے دُعائیں دیں جس کا پھل ہم سب لوگ اس وقت کھا رہے ہیں اللہ مبارک کرے آمین۔

یاد رہے کہ مکرم محمد ون صاحب اردو اور کشمیری کے ایک اعلیٰ پایہ کے شاعر گزرے ہیں افسوس کہ کوئی کلام اجتماعی طور پر طبع نہ ہو سکا آپ نے شاہنامہ اسلام فارسی کا کشمیری میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مکرم غلام محمد ون صاحب اور مکرم مولوی قطب الدین صاحب کو جنت الفردوس میں اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

(احقر: مبارک احمد ظفر عفی عنہا بتوسط۔ محترم ناظر صاحب اعلیٰ قادیان)

نوٹ:۔ مکرم مبارک احمد صاحب ظفر مکرم غلام محمد ون صاحب مرحوم کے پوتے ہیں

گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا

تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اور تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں کیونکر گناہ پر دلیری کر سکتی ہیں اگر تمہیں خدا اور جزا سزا پر یقین ہے گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا اور جبکہ تم ایک بھسم کرنے اور کھا جانے والی آگ کو دیکھ رہے ہو تو کیونکر اس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو اور یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں۔ شیطان ان پر چڑھ نہیں سکتا۔ ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا یقین دکھ اٹھانے کی قوت دیتا ہے یہاں تک کہ بادشاہ کو تخت سے اتارتا ہے اور فقیری جامہ پہناتا ہے۔ (حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

(بقیہ صفحہ) اچھے ادیب اور شاعر ہمیشہ تعصب سے دور رہتے ہیں۔ اس کی ایک مثال تو یہی موجود ہے کہ بڑے سے بڑا شاعر' مولویوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود ربوہ آنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا تھا۔ بات ہوتی ہوتی بہت دور چلی گئی۔ دراصل ہم اپنے بزرگ دوستوں کی دوستی کی وجہ بیان کر رہے تھے۔ ایک ہی وجہ تھی ' ادبی ذوق !

اپنے محلہ میں بہت اور دوست تھے مگر شاید انہیں ہمسائیگی کے زمرہ میں بیان کرنا ممکن نہ ہو۔ ان کا ذکر خیر انشاء اللہ کسی اور ضمن میں آئے گا۔ ہمسایوں میں تو وہ لوگ بھی ہمارے ہمسائے ہی رہے نا جو کرائے کے مکانوں میں ہمارے پڑوس میں تھے۔ ہم ریلوے روڈ پر اپنی پھوپھی بخت بھری کے مکان میں منتقل ہوئے تو عزیزان اسلم منگلا اور دوسرے منگلے والے ہمارے ہمسائے بنے۔ ابھی پچھلے دنوں ہم نے ٹورنٹو میں عزیزی زبیر منگلا سے کہا تمہیں یاد ہو یا نہ یاد ہو ہمیں ذرا ذرا یاد ہے کہ تم ہمارے گھر کا کام اس طرح بھاگ بھاگ کر کیا کرتے تھے کہ ہمیں تم پر بہت پیار آتا تھا اور ہم تمہارے از حد ممنون ہوتے تھے۔ زبیر چھوٹا سا تھا۔ ہمارا بیٹا عزیزی ماہر احمد تو ابھی تین سال کا تھا زبیر اُسے اٹھائے اٹھائے پھرتا تھا اور اسی طرح اس کا خیال رکھتا تھا جیسے اس کا اپنا چھوٹا بھائی ہو۔ عزیزم اسلم شاد منگلا' ہمارا شاگرد بھی رہا پھر رفیقِ کار بھی رہا لیکن اس نے کبھی ہمارے ساتھ بے تکلفی کا اظہار نہیں کیا اُستاد اور شاگرد کا درمیانی فاصلہ ہمیشہ قائم رکھا۔ چک منگلے والوں میں سے اکثر لوگوں کا ذکر ہم نے بابا گلام والے مضمون میں کر دیا تھا مگر حاجی صالح اور ان کی اولاد کا ذکر ہم نے جان بوجھ کر اس مضمون میں شامل نہیں کیا تھا۔ ان کی محبت کا تقاضا تھا کہ ہم علیحدہ مضمون میں ان کا ذکر کریں چنانچہ ہمسائیگی کے ضمن میں ہم ان کے ذکرِ خیر سے سبک دوش ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جزائے خیر دے۔

دار البرکات میں چوہدری عبدالعزیز صاحب ڈوگر سے ہمسائیگی حصہ میں آئی ان کے سارے بچے ہی ہمارے شاگرد ہوئے اور بچیاں ہماری بیٹیوں کی ہجولی اور سہیلیاں رہیں۔ ابھی پچھلے برس ہم جرمنی گئے تو سب سے چھوٹا بیٹا عبدالحنان' اس محبت سے دامنگیر ہوا کہ ہمیں وقت کی تنگی کے باوجود اس کی دعوت قبول کرنا پڑی۔ ان بچوں میں بھی وہی ہمارے اپنے بیٹوں کی خوبو ہے۔ اللہ انہیں خوش رکھے۔

دارالرحمت وسطی میں کرائے کے مکان میں لوٹے تو ملک طاہر صاحب سے اور بائیں جانب دارالخیر سٹور والے امین صاحب سے ہمسائیگی نصیب ہوئی۔ ملک صاحب تو کینیڈا میں ہیں اور ماشاء اللہ ٹھیک ٹھاک ہیں دارالخیر والے خدا کرے خیر سے ہوں' دارالصدر تو ویسے بھی بڑے لوگوں کا محلہ ہے۔ ہمارے نزدیک ترین ہمسائے احمد تھے۔ مرزا غلام احمد! وہ تو ہمارے کلاس فیلو بھی رہے ہیں۔ ہمسائیگی نے اس رشتہ پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔ جیسے کھچے کھچے اس زمانہ میں تھے ویسے ہی ہمسائیگی کے زمانے میں رہے۔ مگر مودت کا اتنا رشتہ ضرور قائم ہے کہ ایک دوسرے کا ذکر اذکار کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بیگم قوسی تو جماعت کی نامور شاعرہ ہیں اور ادب کا یہ رشتہ ہی بہت استوار ہے۔ اللہ قوسی کے قلم میں برکت دے بہت اعلیٰ پائے کے شعر کہتی ہیں۔ ان کی ایک نظم' ہندی بحر میں ہم نے پڑھی تو لکھا کہ ہم نے بڑے بڑوں کو ہندی بحروں میں غوطے کھاتے دیکھا ہے مگر قوسی تو ہندی بحروں کی شناور نکلی ہیں۔

دارالصدر کی ہمسائیگی اتنی ہی بہت ہے اور ہم اسی پر مطمئن ہیں۔ ان القلیل من الحبیب کثیر۔!

ولادتیں

★ میری چھوٹی بیٹی افشاں سلطانہ بشیر احمد آف رانچی کو بتاریخ ۱۷ اکتوبر اللہ تعالیٰ نے بیٹا عنایت فرمایا ہے حضور نے بچے کا نام شبیر احمد نصیر رکھا ہے اسکی صحت و تندرستی درازی عمر اور خادم دین بننے کیلئے درخواست دعا ہے۔ اعانت بدر ۵۰ روپے۔ (انوار محمد آف رانچی)

★ ۲۰ اکتوبر ۹۶ء کو اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو تیسرا بیٹا عطا فرمایا ہے حضور انور نے بچے کا نام "عبدالواسع بدر" تجویز فرمایا ہے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ زچہ و بچہ کو صحت و سلامتی سے رکھے نیک صالح خادم دین اور قرۃ العین بنائے۔ نومولود مکرم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری مرحوم سابق ایڈیٹر بدر کا پوتا اور مکرم چوہدری عبدالمتین صاحب آف ڈھاکہ کا نواسہ ہے۔ اعانت بدر ۱۵۰/- روپے

(ڈاکٹر عبدالرشید بدر قادیان)

★ یکم جولائی ۹۶ء کو خاکسار کے ہاں بچی تولد ہوئی ہے جسکا نام حضور انور نے "فائزہ رسول" تجویز فرمایا ہے۔ جو وقف نو میں شامل ہے۔ زچہ و بچی کی صحت و سلامتی' درازیٔ عمر اور بچی کے صالح خادم دین بننے کے لئے درخواست دعا ہے۔ اعانت بدر ۱۰۰ روپے۔ (عبدالباسط مبلغ سلسلہ ممبئی)

★ میرے بڑے بھائی جان جناب سید شکیل احمد کے ہاں ۱۶ اکتوبر کو لڑکا تولد ہوا ہے جو تحریک "وقف نو" میں شامل ہے اس کی صحت و سلامتی درازیٔ عمر' اور صالح خادم دین بننے کے لئے درخواست دعا ہے اعانت بدر ۵۰ روپے۔ (سید طفیل احمد شہباز مبلغ سلسلہ احمدیہ)

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO - R.N.61/57
FAX - 01872 - 20105 ☎ 01872-20757
THE WEEKLY BADR QADIAN 143516
DISTT GURDASPUR PUNJAB (INDIA)
VOL - 45 THURSDAY, 28 NOVEMBER 1996 ISSUE NO - 48

ہومیوپیتھی طریقِ علاج کے متعلّق آسان اور مُفید معلُومات

ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل پر بیانِ فرمودہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے ہومیوپیتھی اسباق سے مرتبہ کتاب "ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل" سے سلسلہ وار

(قسط نمبر ۱۱)

بنزئیکم ایسڈم

BENZOICUM ACIDUM

(Benzoic Acid)

بنزوئیک ایسڈ کی سب سے واضح علامت پیشاب میں شدید بو ہے جو گھوڑے کے پیشاب کی بدبو سے مشابہہ ہوتی ہے اور اس سے پیچھا چھڑوانا بہت مشکل ہے۔ ایسی غیر معمولی بدبو ہے کہ کپڑے دھونے سے بھی ختم نہیں ہوتی۔ ایسے مریض بچے جس گھر میں ہوں وہاں داخل ہوتے ہی پہلا جھونکا شدید بو کا آتا ہے۔ یہ بچے عموماً رات کو بھی بستر گیلا کر دیتے ہیں جس سے دہری مصیبت بن جاتی ہے۔ سارا گھر بدبو سے بھر جاتا ہے اور کپڑوں پر ایسے داغ لگ جاتے ہیں جو دھونے سے بھی نہیں اترتے۔ پیشاب بہت گہرے رنگ کا سیاہی مائل ہوتا ہے اگر یورک ایسڈ کی زیادتی ہو تو یہ دوا کام آتی ہے۔ گردوں میں درد اور اس کے دیگر افعال میں کمزوری واقع ہو جاتی ہے۔ عموماً کھلا پیشاب آتا ہے لیکن پیشاب کی مقدار کم ہو جائے تو جوڑوں میں درد ہونے لگتا ہے۔

بنزوئیک ایسڈ کا مریض لکھتے ہوئے لفظ چھوڑ دیتا ہے۔ وقتی طور پر تحریر کی غلطی ذہنی الحاد کی وجہ سے بھی پیدا ہوتی ہے بعض دفعہ ذہن بہت تیز کام کرتا ہے لیکن ہاتھوں کی رفتار اس نسبت سے قدرے سست ہوتی ہے یہ علامت بعض اور دواؤں میں بھی موجود ہے اسے کسی خاص دوا سے منسلک کرنا درست نہیں ہے جب بھی تحریر میں لفظ چھٹ رہے ہوں یا ایک لفظ کے بجائے کوئی دوسرا لفظ لکھا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ ذہن لکھنے کی طرف متوجہ نہیں ہے یا سوچ بہت آگے بڑھ گئی ہے اور اس کی یاد کا ایک سایہ سا باقی رہ گیا ہے جو اس سے کچھ لکھوا رہا ہے۔ ایسے لوگوں کی تحریروں میں جہاں سوچ کی رفتار لکھنے کی رفتار سے بہت زیادہ ہو جائے ایسی غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں اس لئے خواہ مخواہ ہر بار بنزوئیک ایسڈ استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں اگر ذہنی پریشانی اور دیگر علامتیں نمایاں ہوں اور پھر تحریر میں بھی غلطیاں ہوں تو بنزوئیک ایسڈ سے آرام آئے گا۔

بنزوئیک ایسڈ میں سر میں چکر آتے ہیں اور کسی ایک طرف گرنے کا خوف رہتا ہے۔ سر درد ہوا کے جھونکوں، سردی لگنے اور سر ننگا کرنے سے بڑھ جاتا ہے۔ کنپٹیوں کی شریانوں میں گرمی کا احساس جس کی وجہ سے کانوں کے اردگرد چنچھنی سوزش ہو جاتی ہے۔ سر درد کے ساتھ متلی اور قے کا رجحان بھی ہوتا ہے، سر پر ٹھنڈا پسینہ آتا ہے، ہاتھ بھی بہت ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، ناک میں خارش اور درد، سونگھنے کی حس کم ہو جاتی ہے، آنکھوں میں جلن اور تپکن، آنکھوں کی تکلیفیں کھلی ہوا میں اور ٹیوب لائٹ سے بڑھ جاتی ہیں۔ سر درد گدی سے شروع ہوتا ہے۔

بنزوئیک ایسڈ میں چہرے پر سرخ رنگ کے چتاخ بن جاتے ہیں جو صحت مندی کی علامت نہیں بلکہ بیماری کی نشاندہی کرتے ہیں عموماً عورتوں کے چہرے پر یہ علامت ظاہر ہوتی ہے۔ چہرہ کے ایک جانب گرمی اور جلن کا احساس، چہرہ سن ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ چہرے پر چھوٹے چھوٹے آبلے بن جاتے ہیں۔ چہرے کی علامات بیرونی گرمی سے اور دبانے سے کم ہو جاتی ہیں۔

بنزوئیک ایسڈ میں کھانا کھاتے ہوئے پسینہ آتا ہے، معدہ میں سختی اور دباؤ کا احساس جگر کے مقام پر چبھن اور درد ہوتا ہے۔ اسہال صابن کی جھاگ کی طرح بدبودار اور پتلے ہوتے ہیں۔ ہوا بہت خارج ہوتی ہے۔

بنزوئیک ایسڈ میں صبح کے وقت مریض کی آواز بیٹھی ہوئی، سبزی مائل بلغم خارج ہوتی ہے، کھانسی رات کو بڑھ جاتی ہے۔ بنزوئیک ایسڈ میں رات کو سوتے ہوئے درد میں اضافہ ہوتا ہے آدھی رات کے بعد شدید دھڑکن اور گرمی کی شدت کی وجہ سے مریض کی آنکھ کھل جاتی ہے، پکرک ایسڈ میں دن کے وقت تکلیف شروع ہوتی ہے اور رات سونے کے بعد آرام آ جاتا ہے۔

بنزوئیک ایسڈ کے بارے میں اکثر کتب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس میں گاؤٹ کا حملہ معدہ میں ہوتا ہے۔ معدہ میں السر یا ہاضمہ کی خرابی کی وجہ سے درد ہوتا ہے لیکن معدہ میں گاؤٹ کی وجہ سے بھی درد ہوتا ہے اس کی تفصیل میرے علم میں نہیں آتی لیکن اسے بنزوئیک ایسڈ کی علامت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ جوڑوں کا درد، کلائی، گھٹنوں، پاؤں کے انگوٹھوں کی سوجن اور درد بھی بنزوئیک ایسڈ کی علامت ہے۔ ریڑھ کی ہڈی میں دباؤ اور ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔ زبان کا سوجنا بھی بنزوئیک ایسڈ کی ایک علامت ہے جو پکرک ایسڈ اور مرکری میں بھی پائی جاتی ہے۔

بربرس ولگرس

BERBERIS VULGARIS

(Bar Berry)

بربرس پہاڑی علاقوں میں پیدا ہونے والا پودا ہے اس کے تازہ پتوں کو تپ محرقہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بربرس کو عموماً مدر ٹنکچر میں استعمال کی جاتا ہے اور اکثر ہومیوپیتھک معالجین اسے صرف گردے کی تکلیفوں میں ہی استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ پتے کی پتھری اور جگر کے لئے چوٹی کی دوا ہے اگر جگر کی خرابی کی وجہ سے دل کی تکلیف ہو تو بربرس مفید دوا ہے لیکن یہ براہ راست دل کا ٹانک نہیں ہے جگر کی خرابی کی وجہ سے عموماً دل کی دھڑکن متاثر ہوتی ہے۔ اگر بربرس جگر کی تکلیف کو دور کردے تو تیز نبض بھی نارمل ہو جاتی ہے۔

جوڑوں کے درد میں بھی بربرس اچھا اثر دکھاتی ہے اگر مدر ٹنکچر کے بجائے ۳۰ کی طاقت میں دی جائے تو جسم کے تیزابی مادے بذریعہ پیشاب نکل جاتے ہیں اور جسم ہلکا ہو جاتا ہے اور جوڑوں کے درد میں کمی آ جاتی ہے۔ ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ بربرس ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کی جائے کیونکہ اس کا زیادہ استعمال دل پر اثر ڈالتا ہے اور خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔ چونکہ اس سے جسم کا پانی نکلنے کی وجہ سے وزن کم ہوتا ہے اس لئے عورتوں کو خصوصاً احتیاط کرنی چاہئے کہ وزن گرانے کے شوق میں زیادہ ہی نہ کھالیں۔ میں اسے عموماً بہت احتیاط سے اور چھوٹی طاقت میں استعمال کرتا ہوں۔ یہ پیشاب آور دوا ہے۔ بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے جسم کا رکا ہوا پانی نکال دیتی ہے اور گردوں کی صفائی کر دیتی ہے لیکن پھر بھی ہاتھ روک کر دینی چاہئے۔ اگر مریض دل میں کمزوری کی شکایت کرے تو کچھ دن کے لئے اس کا استعمال روک دیں۔ جب یہ کام کرتی ہے تو بدن کو بالکل ہلکا کر دیتی ہے۔ پرانی بیٹھی ہوئی دردیں صاف ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

بربرس کی دردوں کی خاص علامت یہ ہے کہ ہلکا سا تشنج ہوتا ہے اور چٹکی بھرنے کا احساس نمایاں ہوتا ہے۔ تشنج اس کا خاص حصہ ہے گردوں کی تکلیف بھی تشنج کی وجہ سے ہوتی ہے اندرونی نالیوں میں خارش اور سوزش کی وجہ سے تشنج ہو جاتا ہے۔ بربرس میں عموماً اعصاب کے پھڑکنے اور انکے ایک دم مٹھی میں بند ہونے کے احساس کے ساتھ درد ہوتا ہے لیکن یہ کیفیت لمبا عرصہ نہیں رہتی۔ اس کی دوسری علامت یہ ہے کہ دردیں چاروں طرف بجلی کے کوندوں کی طرح پھیلتی ہیں۔

پریرا بریوا کی گردے کی درد عموماً ایک رخ پر چلتی ہے گردے کے نیچے ران کی طرف اترے گی لیکن بربرس میں دردیں خواہ گردے میں ہوں یا پتے میں چاروں طرف پھیلتی ہیں۔ اگر پتے کی درد میں یہ علامت پائی جائے تو بربرس بہت موثر دوا ہے۔

بربرس میں پیشاب کی تکلیف کی جو علامتیں ظاہر ہوتی ہیں ان میں کبھی پیشاب زیادہ آنے کی وجہ سے پتلا ہو جاتا ہے اور کبھی کم ہو کر بہت بدبودار ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں فاسد مادے موجود ہوتے ہیں جن کا اخراج رک جاتا ہے۔ یہ دونوں علامتیں بربرس میں پائی جاتی ہیں۔ اگر پیشاب زیادہ آئے تو گردے صاف ہو جاتے ہیں اور بدبو وغیرہ ختم ہو جاتی ہے لیکن جب اس دوا کا اثر رک جائے یا گردے کام کرنا چھوڑ دیں تو اس کے برعکس علامت ظاہر ہوتی ہے۔

بربرس میں رومیٹزم یعنی عام جوڑوں کے درد سے زیادہ گاؤٹ یعنی ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے جوڑوں کے درد کی علامت پائی جاتی ہے۔ پنجوں اور ہاتھوں کی انگلیوں وغیرہ میں جو دردیں ہوتی ہیں ان میں بربرس زیادہ مفید ہے۔

ایک دوا گاؤٹ میں بہت اچھی ہے اس کا نام بنزوئک ایسڈ ہے اسے بربرس سے ادلا بدلا بھی جاسکتا ہے۔ کبھی بربرس دے دیں اور کبھی بنزوئک ایسڈ۔ بربرس کبھی کبھی روک دینی چاہئے تاکہ اس کا دل پر اثر نہ ہو۔ اس صورت میں بنزوئیک ایسڈ اس کا بہترین متبادل ہے اور جسم سے فاسد مادے نکالنے کے لئے بہت مفید ہے۔

بربرس کے بارے میں اچھے ہومیوپیتھک معالجین یہ بتاتے ہیں کہ جگر کی خرابی کے نتیجہ میں اگر دل کمزور ہو تو یہ پہلے جگر ٹھیک کرتی ہے تو دل بھی خود ہی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اگر جسم میں کہیں تیزابی مادے اور یوریا وغیرہ جمع ہو جائیں تو یہ دوا ان کو وہاں سے ہلاتی رہتی ہے اور خون میں شامل کرتی ہے پھر ان کو گردوں کے ذریعہ باہر نکال دیتی ہے۔ خون میں تیزابی مادے شامل ہو جائیں تو دل ان سے متاثر ہوتا ہے اور کمزوری کا احساس پیدا ہوتا ہے ورنہ اس کا جگر کی بیماریوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر یورک ایسڈ وغیرہ جوڑوں میں بیٹھ جائیں اور دردیں ہوں تو اس دوا کے اثر سے فاسد مادوں کا اخراج ہوتا ہے اور مریض ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب توجہ دینی چاہئے کہ مریض کے دل پر تو برا اثر نہیں پڑ رہا اس لئے زیادہ پانی پلانا چاہئے تاکہ مادے گھل کر جلدی باہر نکل آئیں۔ بربرس کی دردوں کا حرکت سے کوئی تعلق نہیں خواہ مریض بیٹھا ہو یا چل رہا ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

دردیں خواہ جوڑوں میں ہوں یا گردے اور پتے میں ہوں وہ چاروں طرف پھیلتی ہیں اور بند مٹھی کی طرح جکڑنے کا احساس ہوتا ہے۔ بربرس کی جوڑوں کی دردوں کا حرکت سے تعلق ہے کیونکہ جب مریض چلتا پھرتا ہے تو جوڑوں میں موجود تیزابی مادے بھی حرکت کرتے ہیں جس کی وجہ سے درد ہوتا ہے مریض آہستہ آہستہ زمین پر پاؤں رکھتا ہے اور تکلیف دور ہونے میں کچھ وقت لگتا ہے اگر یہ علامت ہو تو بربرس ۳۰ میں دینا مفید ہوتا ہے۔

سر کے اوپر کسی چیز کے لپٹنے کا احساس ہوتا ہے۔ گلونائن میں بھی سر پر پٹی بندھی ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ ٹوپی اور بند کالر ناقابل برداشت ہوتا ہے لیکن بربرس میں سر پر کچھ بھی نہ ہو پھر بھی کچھ بندھے ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ سورائینم کے مریض کی طرح بربرس کے مریض کو بھی بھوک بہت لگتی ہے لیکن بربرس میں بھوک کے دورے پڑتے ہیں۔ دمے کے مریض جن کی بیماری کا معدے سے تعلق ہوتا ہے انہیں بھی بھوک کا دورہ پڑتا ہے اور سخت بدپرہیزی ہو جاتی ہے۔ جس کے بعد دمے کا دورہ پڑتا ہے اور بھوک بالکل بند ہو جاتی ہے۔ جب ٹھیک ہو جائیں تو پھر سخت بھوک لگتی ہے۔ اگر یہ ادلنے بدلنے والی علامتوں کے ساتھ دمہ کا حملہ ہو تو نکس وامیکا بہترین دوا ہے لیکن اگر بربرس کی دیگر علامتیں ہوں تو پھر بربرس دینی چاہئے۔

بربرس کی دردوں کی ایک علامت یہ ہے کہ جیسے کسی نے چاقو گھونپ دیا ہو خصوصاً جگر میں اور پتے میں بھی ایسی دردیں اٹھتی ہیں جو پھول جھڑی کی طرح چاروں طرف پھیلتی جاتی ہیں۔ اگر جگر اور پتے پر اثر ہو تو بربرس کے مریض کا رنگ زرد ہونے لگتا ہے اور یرقان کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں اور اجابت کا رنگ بدل کر مٹی کی طرح ہو جاتا ہے یہ وہ وقت ہے جب فوری طور پر بربرس سے علاج ہونا چاہئے ایسی صورت میں کارڈس مریانس بھی ساتھ ملا کر دینا فائدہ مند ہوتا ہے اور اس کا کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہو جاتے ہیں۔ جگر کی تکلیف میں مدر ٹنکچر میں دیتا ہوں جبکہ گردے اور گاؤٹ وغیرہ میں ۳۰ میں دی جاسکتی ہیں چونکہ کارڈس مریانس مدر ٹنکچر میں استعمال ہوتا ہے اس لئے اسے بھی اس کے ساتھ ملا کر مدر ٹنکچر میں استعمال کرنا مفید ہے۔ یہ جگر کی چوٹی کی دوا ہے اس پہلو سے دونوں کے مزاج ملتے ہیں۔

بعض اہم اور قابل اعتماد ڈاکٹروں نے لکھا ہے کہ فسچولا جو مقعد میں ہو جاتا ہے، کو بربرس اکیلی ہی ٹھیک کر دیتی ہے بشرطیکہ دیگر علامتیں بھی ملتی ہوں۔ پھر کسی اپریشن کی ضرورت نہیں رہتی۔

گردے کی شدید درد اور پتھری کے لئے بربرس بہت مفید ہے لیکن کچھ لمبا عرصہ کھلانی پڑتی ہے تاکہ پتھری گھل کر باہر آ جائے لیکن اگر پتھری اگزالک ایسڈ کی ہوگی تو بربرس فائدہ نہیں دے گی بلکہ کلیتہً بےاثر ہوگی۔ اگزالک ایسڈ کی پتھری Oxalates سے بنتی ہے اور وہ بہت سخت ہوتی ہے اور ایک خاص قسم کی شعاؤں سے اس کا علاج ہوتا ہے۔ میرے تجربہ کے مطابق سلیشیا اور کلکیریا فلور ۶۔ایکس ملا کر کچھ عرصہ کھلایا جائے تو رفتہ رفتہ اس پتھری کو گھلا دیتی ہیں۔

بربرس کی ایک علامت یہ ہے کہ مونہہ میں کوئی چیز چپکنے کا احساس رکھتا ہے۔ جھاگ کی طرح چپکنے والا تھوک بنتا ہے۔ زبان پر بہت باریک باریک دانے نکل آتے ہیں اور زبان زخمی سی ہو جاتی ہے۔ صبح کے وقت متلی محسوس ہوتی ہے اور سینے میں جلن بھی بربرس کی علامت ہے۔ پتے میں درد ہو تو سارے پیٹ میں پھیلتا ہے، قبض ہو جاتی ہے یا پھر بغیر درد کے اسہال شروع ہو جاتے ہیں جن کا رنگ مٹی کی طرح ہوتا ہے۔ پیشاب میں بھی جلن کے ساتھ درد ہوتا ہے فارغ ہونے کے بعد بھی پیشاب کی حاجت محسوس ہوتی ہے گاڑھی رطوبت اور سرخ رنگ کے ذرے بھی خارج ہوتے ہیں مثانے میں بھی درد محسوس ہوتا ہے۔ گردوں کے مقام پر سختی اور سن ہونے کا احساس ہوتا ہے۔

بربرس میں حرکت کرنے اور کھڑے ہونے سے تکلیف بڑھ جاتی ہے۔

الہامی دعا کی معجزانہ تاثیر اور درخواست دعا

محترم جناب سیٹھ بشیر احمد صاحب بھٹی آف لکھنؤ عرصہ ایک سال سے بیمار چلے آرہے ہیں۔ کبھی ٹی۔بی کبھی کینسر کا شک کیا جاتا رہا اپریشن کی نوبت بھی آئی حضور انور کو بھی درخواست دعا کی گئی اسی دوران ایک دوست کی تلقین پر حضرت مسیح موعودؑ کی الہامی دعا "وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ" سیٹھ صاحب موصوف کثرت سے پڑھتے رہے کہ اچانک انگریزی اخبار TIMES OF INDIA میں اسی قسم کی مرض کیلئے ایک آسان نسخہ شائع شدہ ملا۔ اسے اپنانے پر پہلے کی دوائیوں کی نسبت کافی آرام ہے۔ الہامی دعا کی یہ ایک معجزانہ تاثیر ہے۔ مکمل شفایابی کیلئے درخواست دعا ہے۔ (سید قیام الدین برق مبلغ سلسلہ لکھنؤ)